ماہنامہ

مصباح

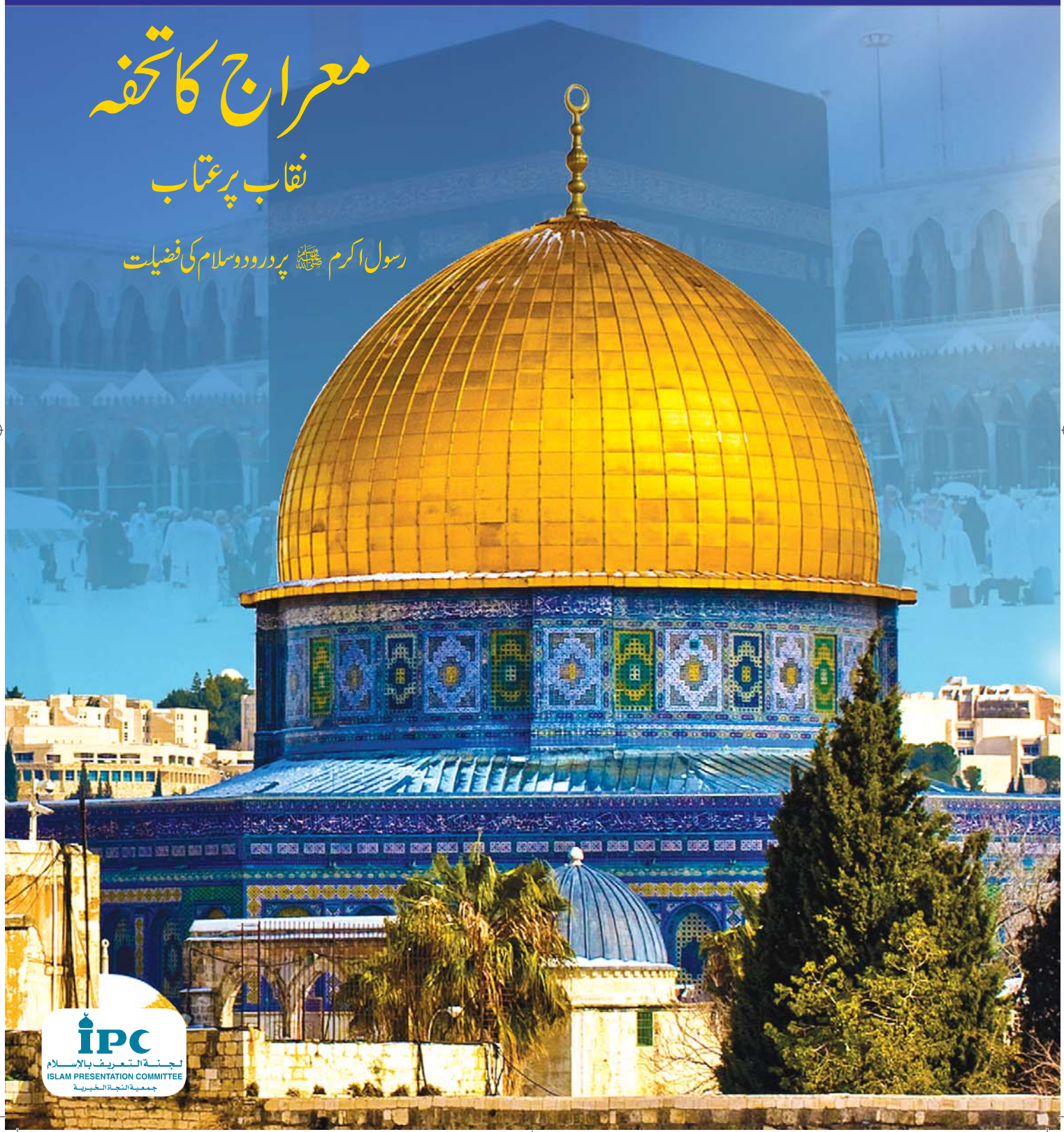
مجلة "المصباح" ملحق مجلة "البشرى" (باللغة الأردوية)

شمارہ:31 جون ۲۰۱۱ء بمطابق رجب ۱۴۳۲ھ

معراج کا تحفہ

نقاب پر عتاب

رسول اکرم ﷺ پر درود وسلام کی فضیلت



IPC
لجنة التعريف بالإسلام
ISLAM PRESENTATION COMMITTEE
جمعية النجاة الخيرية

urdu JUNE.indd 1 6/12/11 12:14 PM

آپس کی لڑائی سے بچنے کا اسلامی حل



آج کل میاں بیوی، عزیز واقارب، خاندانوں اور معاشرہ میں لڑائی جھگڑے کی خطرناک بیماری عام ہے جسکے بے انتہا نقصانات ہیں مثلاً روزی میں بے برکتی، آخرت کا عذاب، مال وجان کا نقصان، طلاق، قتل وغارت گری، آپس میں نفرت، بغض، ذہنی انتشار، بلڈ پریشر اور امراض دل ودماغ وغیرہ۔

یہ بات یاد رکھیں کہ

لڑائی کرانے والا شیطان ہے، اس لیے اصل لڑائی آپ کی شیطان سے ہے نہ کہ مخالف انسان سے۔ شکست شیطان کو دیجئے، یہی آپکی اصل جیت ہے۔

شیطان کا پہلا حملہ غصہ دلانا ھے۔

اس لیے: جب آپ کو غصہ آئے تو مندرجہ ذیل کام کیجئے جس کی تعلیم قرآن وسنت میں ہے:

- أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ بار بار پڑھیں۔
- حالت بدل دیں۔ کھڑے ہوں تو بیٹھ جائیں، بیٹھے ہوں تو لیٹ جائیں۔
- وضو کر کے 2 رکعات نماز پڑھیں۔
- سر پر ٹھنڈا پانی ڈال لیں اور (کم از کم 2 گلاس پانی) پئیں بھی۔
- سب سے پہلے دونوں فریق اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ڈر پیدا کریں، دونوں علیٰحدگی میں (اختلافات دہرائے بغیر) اپنا اپنا حق اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے معاف کر کے اجر عظیم حاصل کریں۔
- آپس میں محبت سے ملیں، مصافحہ کریں، تحائف دیں، احسان کریں، ضرورت مند ہو تو مالی تعاون بھی کریں۔
- لڑائی کے دوران اور لڑائی کے بعد کسی بھی حالت میں جھوٹ نہ بولیں، جھوٹی گواہی اور جھوٹی قسم کھانا گناہ کبیرہ ہے۔
- کبھی بھی لڑائی کو اَنا کا مسئلہ نہ بنائیں۔ نہ یہ سوچیں کہ میں بڑا ہوں، چھوٹے سے معافی کیوں مانگوں، اگر آپکی غلطی یا زیادتی ہو تو معافی مانگ لیں۔ اس عمل میں ہی آپکی بڑائی ہے۔ بدگمانی سے بچیں، والدین بیوی اور بچوں کے تمام جائز حقوق ادا کریں۔ اسی طرح بیوی بھی شوہر کے تمام حقوق ادا کرے۔ سنی ہوئی باتوں پر یقین نہ کریں کیونکہ سنی سنائی باتیں بھی لڑائی کا سبب بنتی ہیں۔
- مصیبت آنے پر صبر اور نماز سے مدد لیں۔ فرمان الٰہی ہے: ''اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لو'' (البقرہ 2: آیت 153) بار بار نماز حاجت پڑھیں۔ اِن شاء اللہ جلد ہی بہتری آجائے گی۔

مجلة "المصباح" ملحق مجلة "البشرى" (باللغة الأردوية)

مصباح
ماہنامہ

شمارہ:31 جون ۲۰۱۱ء بمطابق رجب ۱۴۳۲ھ

سرپرست اعلی
محمد اسماعیل الأنصاری

نگران عمومی
خالد عبداللہ السبیع

ایڈیٹر
صفات عالم محمد زبیر تیمی

معاون ایڈیٹر
اعجاز الدین عمری

مجلس ادارت
سید عبدالسلام عمری — شیخ عبدالسلام عمری
محمد شاہ نواز محمدی — شیخ حبیب الرحمن جامعی

رابطہ کا پتہ
IPC پوسٹ بکس نمبر: 1613 صفاۃ 13017 کویت
فاکس : 22400057
فون نمبر : 22444117 EXT. 104,160
ایمیل : safatalam12@yahoo.co.in
مصباح سائٹ: www.misbahmagazine.com

ناشر
لجنۃ التعریف بالاسلام (IPC) کویت

گرافک ڈیزائن
نادر بلال

مؤسسة زخرف للدعاية والإعلان
Zukhruf Advertising Agency
www.zukhruf.net
Tel. 99993072

اس شمارے میں

کالمز	مضامین	قلمکاران	صفحہ
تجلیات	اصلاحِ معاشرہ: کیوں اور کیسے؟	صفات عالم محمد زبیر تیمی	2
صدائے عرش	واقعۂ اسراء ومعراج	مولانا سید ابوالاعلی مودودیؒ	3
آئینۂ رسالت	بسیار خوری کی ممانعت	شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوریؒ	3
ایمانیات	عقیدہ ہی اصل ہے	سید عبدالسلام عمری	4
ایمانیات	اصلاحِ عقیدہ	فضیلۃ الشیخ محمد بن جمیل زینوؒ	5
حقوقِ مصطفیٰ	رسول اکرم ﷺ پر درود وسلام کی فضیلت	مولانا محمد انور محمد قاسم سلفی	6
اسلامیات	نقاب پر عتاب	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	8
پیامِ معراج	معراج کا تحفہ	صفات عالم محمد زبیر تیمی	10
حدود اسلامی	شریعت اسلامیہ میں جرم وسزا اور نفاذ حدود	پروفیسر ڈاکٹر فرید الدینؒ	11
اخلاقیات	مفلس کون؟	ابوالحسن عمری	12
نقش راہ	اور فرشتوں کی تشویش صحیح ثابت ہوئی	محمد آصف ریاض	13
سیرۃ الخلفاء	سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ	چوہدری محمد اعظم	14
حفظِ عقل	عقل وشعور.....انسان کا طرہ امتیاز	شیخ سعود بن ابراہیم الشریم	15
شبہات کا ازالہ	غیر مسلموں کے شبہات اور ان کے جوابات	پروفیسر عمر حیات خاں غوری	16
نکہتِ گل	ہر بار ایک نیا چہرہ لگالیا	اعجاز الدین عمری	17
چراغِ منزل	امامِ حرم شیخ ماہر حمد مُعَیقِل المُعَیقلی	مبصر الرحمٰن القاسمی	18
فقہ وفتاوی	آپ کے مسائل اور ان کا حل	ادارہ	19
خبر ونظر	عالمِ اسلام کی خبریں	محمد خالد اعظمی	20
بزم ادب	بڈھے بلوچ کی نصیحت بیٹے کو	علامہ اقبال	21

ستقرأ في هذا العدد

☆كلمة العدد (اصلاح المجتمع لماذا وكيف ؟) ☆قبس من القرآن الكريم (سبحان الذى أسرى .....) ☆ قبس من الأحاديث النبوية (الأكل فوق الشبع) ☆ العقيده هى الأساس☆فضل الصلاة على النبى المختارصلى الله عليه وسلم ☆نظرة شرعية حول العتاب على النقاب☆ هدية رحلة المعراج ☆ جرائم الحدود وعقوباتها فى الاسلام ☆ أتدرون من المفلس ؟ ☆أتجعل فيها من يفسد فيها.....؟ ☆ هل للطبيعة دور فى خلق الكون ؟ ☆سيرة سيدنا عثمان رضى الله عنه ☆ المخدرات ونعمة العقل ☆ دحض بعض الشبهات المثارة حول الاسلام ☆ أئمة الحرمين: سيرة الشيخ ماهرحمد معيقل المعيقلى حفظه الله ☆الفتاوى الشرعية ☆ أوراق ذهبية ☆أخبار العالم الاسلامى ☆ ساحة الشعر والأدب .

urdu JUNE.indd 1 6/12/11 12:14 PM

اصلاحِ معاشرہ: کیوں اور کیسے؟

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے اور مسلمان اس کی آفاقیت کے علمبردار ہیں، ہر دور میں اسلام کے ماننے والوں نے دنیا والوں کے سامنے اسلام کا نمونہ پیش کیا چنانچہ انسانیت نے ان کے عمل اور کردار سے متاثر ہوکر اسلام کو گلے لگایا۔

لیکن صد حیف آج اسلام کے سپوت اسلامی تعلیمات سے دور ہوتے جارہے ہیں، اسلامی تعلیمات ایک طرف تو ہماری اکثریت دوسری طرف ہے، زندگی کے ہر شعبے میں ہم نے اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کر رکھا ہے، عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات، معاشرت و معیشت غرضیکہ زندگی کا ہر شعبہ اسلامی تعلیمات سے خالی دکھائی دیتا ہے۔

وہ دین جس کی بنیاد توحید پر تھی، جس کے پیغمبر نے اپنی 23 سالہ زندگی توحید کے اثبات اور شرک کی تردید میں صرف کردی، جس نے اپنی حیات طیبہ کے آخری ایام میں انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنالینے پر یہود و نصاریٰ کو مطعون کرتے ہوئے دعا کی تھی کہ 'بارالٰہا میری قبر کو عبادتگاہ نہ بنانا' آج اسی دین کے ماننے والے اور اسی پیغمبر کی اطاعت کا دم بھرنے والے مسلمان دن رات قبروں پر نذریں چڑھاتے، مردوں کو مشکل کشا، حاجت روا اور غوث اعظم تصور کرتے ہیں۔

وہ دین جس نے نماز، زکاۃ، روزہ اور حج کو اپنی بنیاد قرار دیا تھا، کلمۂ شہادت کے اقرار کے بعد پہلا فریضہ نماز بتایا تھا، جسے عطا کرنے کے لیے خالقِ کائنات نے اپنے حبیب کو اپنے پاس بلایا تھا صد حیف آج ہماری اکثریت اسے پامال کرکے اپنی پہچان کھو چکی ہے۔

وہ دین جس نے اخلاقیات کو مرکزی حیثیت دی تھی اور جس کی تکمیل کے لیے پیغمبر اسلام مبعوث کیے گئے تھے، وہ دین جس نے معاملات کو اصل دین قرار دیا تھا، آج اسی دین کے نام لیوا اخلاقیات اور معاملات کی ایسی پستی میں گر چکے ہیں کہ الاماں والحفیظ۔

منشیات کے بازار ہم نے لگا رکھے ہیں، ہوس کے اڈے ہم نے قائم کر رکھے ہیں، قمار بازی، چوری، ڈاکہ زنی، قتل و غارت گری، رشوت خوری، دھوکہ دہی، بددیانتی، جھوٹ، سامان میں ملاوٹ، ناپ تول میں کمی آخر وہ کون سی اخلاقی بیماری ہے جو ہم میں نہیں پائی جاتی؟ معاشرتی زندگی میں جہیز کی لعنت، لڑکیوں کی وراثت کا مسئلہ، طلاق کا غلط استعمال اور بعض ہندوانہ رسم و رواج میں ہم بُری طرح پھنس چکے ہیں۔ ذات پات کے مسئلہ اور مسلکی تعصب کے عفریت نے ہمارا کچومر نکال رکھا ہے۔ غرضیکہ ؎

تن ہمہ داغ داغ شد
پنبہ کجا کجا نہم

''پورا جسم زخم آلود ہے، مرہم کہاں کہاں لگائیں''

نتیجہ ظاہر ہے کہ آج اسلام کی اشاعت محدود ہوکر رہ گئی ہے، غیروں نے اسلام پر انگشت نمائی شروع کردی ہے اور اسلامی تعلیمات کو مشکوک نگاہوں سے دیکھا جارہا ہے۔

ایک طرف تو مسلم معاشرے کی یہ حالت ہے تو دوسری طرف دشمنان اسلام نے امت کے نونہالوں کے ساتھ فکری جنگ چھیڑ رکھی ہے جس کی پشتیبانی خارجی سطح پر عیسائی مشنریز اور داخلی سطح پر قادیانیت کر رہی ہے۔ جس کا نتیجہ ہے کہ آج امت مسلمہ میں بڑی تیزی سے ارتداد کی وبا پھیلتی جارہی ہے۔ ایسے ناگفتہ بہ حالات میں اصلاح معاشرہ کی کس قدر ضرورت ہے اس کا اندازہ ہم اور آپ بخوبی لگا سکتے ہیں۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ معاشرے کی اصلاح کا بیڑا اٹھانے والے خود اصلاحِ معاشرہ سے عاجز و قاصر نظر آرہے ہیں۔

اصلاح کی کوششیں ضرور ہورہی ہیں، اجتماعات ہورہے ہیں، کانفرنسیں ہورہی ہیں، جلسے اور سیمینارز ہورہے ہیں تاہم یہ ساری کوششیں صد حیف نتیجہ خیز ثابت نہیں ہورہی ہیں۔

میری سمجھ سے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ جلسے ہماری جماعت اور تنظیم کی نمائندگی کرتے ہیں، ہماری کوششوں کا محور جماعت کی خدمت ہوتا ہے، اور ہمارے کام روحِ اخلاص سے خالی ہوتے ہیں۔ ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ ہمارے علماء ترجیحاتِ دین کو نظر انداز کرکے فروعی مسائل میں مناظروں اور مباحثوں میں مشغول ہیں جس کی وجہ سے علم کا استحصال ہورہا ہے اور ادھر معاشرہ آئے دن پستی کا شکار ہوتا جارہا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسا کوئی لائحۂ عمل نہیں جو اس جمود کو توڑ سکے اور معاشرہ اسلامی تعلیمات کا گہوارہ بن سکے؟ جی ہاں! ہمارے پاس ایسا نظام حیات ہے جو مردہ انسانوں کے اندر زندگی کی روح پھونکنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس آفاقی نظام کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی مصلح، مفکر اور فلسفی کی قطعاً احتیاج نہیں البتہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اصلاح امت کے لیے اسی نسخۂ کیمیا کو اپنائیں جسے اپنا کر اگلے کامیاب ہوئے تھے۔ اس کے لیے ذیل میں ہم چند گذارشات پیش کررہے ہیں امید کہ ان پر دھیان دیا جائے گا:

☆ علماء و خطباء اور داعیانِ دین فروعی مسائل پر بحث و تحقیق کرنے اور مناظروں و مباحثوں میں وقت لگانے کی بجائے ترجیحاتِ دین پر توجہ دیں کہ کرنے کے کام ابھی بہت ہیں ورنہ یہی حالت رہی تو ہماری شناخت بھی مٹ جائے گی۔

☆ اصلاحِ معاشرہ میں خطبۂ جمعہ کا کلیدی رول ہے، اس کی فعالیت کو بحال کرنے کے لیے بستی اور شہر کے سارے مرکزی مساجد میں حاضرین کی زبان میں خطبۂ جمعہ کا اہتمام کیا جائے اور امام و خطیب کی تعیین میں روایتی ذہنیت کو نظر انداز کرتے ہوئے ایسے ائمہ و خطباء کا انتخاب کیا جائے جو نیک اور صالح ہونے کے ساتھ باصلاحیت ہوں تاکہ عوام کی صحیح رہنمائی کرسکیں۔

☆ ناظرۂ قرآن اور قرآن فہمی کے لیے ہر محلّہ کی مسجد میں حلقے قائم کیے جائیں، عوامی دروس کا بکثرت اہتمام کیا جائے اور ناخواندہ حضرات کو ضروریاتِ دین سے واقف کرانے کے لیے کلاسیز منعقد کیے جائیں۔

☆ اصلاح معاشرہ میں خواتین کے بنیادی کردار کو بحال کرنے کے لیے علیٰحدہ خواتین کے لیے دینی اجتماعات کا نظم کیا جائے، گھر کے اندر ماں کے کردار کو فعال کیا جائے، گھر میں بچوں کو دینی ماحول فراہم کیا جائے، دینیات پر مشتمل کتابوں کی چھوٹی لائبریری بنائی جائے، عیسائی مشینریز کے زیر اہتمام چلنے والی درسگاہوں میں بچوں کو تعلیم دلانے کی بجائے ایسے سکولز کے انتظامات کیے جائیں جہاں دینی ماحول ہو۔

اور ہر شخص کو دوسروں کی اصلاح کے لیے فکرمند ہونے سے پہلے اپنا احتساب کرنا ہوگا، خود کو بدلنا ہوگا۔ کیونکہ افراد سے ہی معاشرہ بنتا ہے۔ فرد کی جب تک اصلاح نہ ہوگی معاشرے کی اصلاح کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ رہے نام اللہ کا۔

صفات عالم محمد زبیر تیمی
safatalam12@yahoo.co.in

urdu JUNE.indd 2 6/12/11 12:14 PM

واقعۂ اسراء ومعراج

﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْرَی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَی الْمَسْجِدِ الْأَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ آیَاتِنَا إِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾ (سورۃ الاسراء 1)

ترجمہ: ”پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے تاکہ ہم اُسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں، یقیناً اللہ تعالیٰ ہی خوب سننے دیکھنے والا ہے۔“

تشریح: آیتِ مذکورہ میں ”اسراء ومعراج“ کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، جو ہجرت مدینہ سے تقریباً ایک سال پہلے پیش آیا، حدیث اور سیرت کی کتابوں میں اس واقعہ کی تفصیلات بکثرت صحابہ کرام سے مروی ہے جن کی تعداد 25 تک پہنچتی ہے۔

قرآن مجید یہاں صرف مسجد حرام (یعنی بیت اللہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک حضور کے جانے کی تصریح کرتا ہے اور اس سفر کا مقصد یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنی کچھ نشانیاں دکھانا چاہتا تھا۔ اِس سے زیادہ کوئی تفصیل قرآن میں نہیں بتائی گئی۔ حدیث میں جو تفصیلات آئی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ رات کے وقت جبریل علیہ السلام آپ کو اٹھا کر مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک بُراق پر لے گئے۔ وہاں آپ نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر وہ آپ کو عالمِ بالا کی طرف لے چلے اور وہاں مختلف طبقاتِ سماوی میں مختلف جلیل القدر انبیاء سے آپ کی ملاقات ہوئی۔

آخر کار آپ انتہائی بلندیوں پر پہنچ کر اپنے رب کے حضور حاضر ہوئے اور اس حضوری کے موقع پر دوسری اہم ہدایات کے علاوہ آپ کو پنج وقتہ نماز کی فرضیت کا حکم ہوا۔ اس کے بعد آپ بیت المقدس کی طرف پلٹے اور وہاں سے مسجد حرام واپس تشریف لائے۔ اس سلسلے میں بکثرت روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو جنت اور دوزخ کا بھی مشاہدہ کرایا گیا گیا۔ نیز معتبر روایات یہ بھی بتاتی ہیں کہ دوسرے روز جب آپ نے اس واقعہ کا ذکر کیا تو کفارِ مکہ نے اس کا بہت مذاق اڑایا اور مسلمانوں میں سے بھی بعض کے ایمان متزلزل ہو گئے۔

اس سفر کی کیفیت کیا تھی؟ یہ عالمِ خواب میں پیش آیا یا بیداری میں؟ اور آیا حضور ﷺ بذات خود تشریف لے گئے تھے یا اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے محض روحانی طور پر ہی آپ کو یہ مشاہدہ کرادیا گیا؟ ان سوالات کا جواب قرآن مجید کے الفاظ خود دے رہے ہیں۔ ﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْرَی﴾ سے بیان کی ابتداء کرنا خود بتا رہا ہے کہ یہ کوئی بہت بڑا خارقِ عادت واقعہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی غیر محدود قدرت سے رونما ہوا۔ ظاہر ہے کہ خواب میں کسی شخص کا اس طرح کی چیزیں دیکھ لینا یہ اہمیت نہیں رکھتا کہ اسے بیان کرنے کے لیے اس تمہید کی ضرورت ہو کہ تمام کمزوریوں اور نقائص سے پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو یہ خواب دکھایا۔ پھر یہ الفاظ بھی کہ ”ایک رات اپنے بندے کو لے گیا“ جسمانی سفر پر صریحاً دلالت کرتے ہیں۔ خواب کے سفر کے لیے یہ الفاظ کسی طرح موزوں نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا ہمارے لیے یہ مانے بغیر چارہ نہیں کہ یہ محض ایک روحانی تجربہ نہ تھا بلکہ ایک جسمانی سفر اور عینی مشاہدہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو کرایا۔

معراج کے موقع پر بہت سے مشاہدات جو نبی ﷺ کو کرائے گئے تھے ان میں بعض حقیقتوں کو تمثّل کر کے دکھایا گیا تھا۔ مثلاً زنا کاروں کی یہ تمثیل کہ ان کے پاس تازہ نفیس گوشت موجود ہے مگر وہ اسے چھوڑ کر سڑا ہوا گوشت کھا رہے ہیں۔ اسی طرح بُرے اعمال کی جو سزائیں آپ کو دکھائی گئیں وہ بھی تمثیلی رنگ میں عالمِ آخرت کی سزاؤں کا پیشگی مشاہدہ تھیں۔

بسیار خوری کی مذمت

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْکَرِبَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَامَلَأَ ابْنُ آدَمَ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ (أَخْرَجَہُ التِّرْمِذِیُّ وَحَسَّنَہٗ)

ترجمہ: حضرت مقدام بن معدیکرب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وہ بدترین برتن جو انسان بھرتا ہے وہ اس کا پیٹ ہے۔“ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے)

تشریح: اس حدیث میں بسیار خوری کو بدترین خصلت قرار دیا گیا ہے۔ بسیار خوری بہت سے دینی اور دنیاوی مفاسد اور خرابیوں کی جڑ ہے۔ ایسا آدمی صرف کھانے پینے کی فکر میں رہتا ہے اور بسا اوقات وہ یہ بھی تمیز نہیں کرتا کہ جس کھانے سے پیٹ بھر رہا ہے وہ حلال ہے یا نہیں۔ بسیار خوری امراضِ معدہ کا باعث بھی ہے اور دل ودماغ پر بھی اس کے برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مسند بزار میں ہے کہ ”بسیار خور قیامت کے دن بھوکا ہوگا“۔ اس لیے یہ عادت دنیا وآخرت دونوں کی خرابی کا باعث ہے۔ امام غزالیؒ نے احیاء علوم الدین میں بسیار خوری کے دس نقصانات کا اور بقدرِ کفایت کھانے کے دس فوائد کا تذکرہ کیا ہے جو قابلِ ملاحظہ ہے۔

ہر بچہ عقیقہ کے عوض گروی ہوتا ہے

عَنْ سَمُرَۃَ ؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: کُلُّ غُلَامٍ مُرْتَھَنٌ بِعَقِیْقَتِہٖ، تُذْبَحُ عَنْہُ یَوْمَ سَابِعِہٖ، وَیُحْلَقُ وَیُسَمّٰی (رَوَاہُ أَحْمَدُ وَالْأَرْبَعَۃُ وَصَحَّحَہُ التِّرْمِذِیُّ)

ترجمہ: حضرت سمرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض رہن ہوتا ہے۔ پیدائش کے ساتویں روز اس کا عقیقہ کیا جائے، سر کے بال منڈائے جائیں اور اس کا نام رکھا جائے۔“ (اسے امام احمدؒ اور چاروں نے روایت کیا ہے اور ترمذیؒ نے اسے صحیح کہا ہے)

تشریح: مُرْتَھَنٌ اسم مفعول ہے۔ رہن رکھا ہوا۔ خطابیؒ کا قول ہے کہ مُرْتَھَن کے مفہوم میں اختلاف ہے اور سب سے عمدہ بات وہ ہے جو امام احمد بن حنبلؒ نے فرمائی ہے کہ یہ شفاعت کے متعلق ہے۔ یعنی جب بچہ کا عقیقہ نہ کیا گیا ہو اور وہ بچہ فوت ہو جائے تو وہ اپنے والدین کے حق میں سفارش نہیں کرے گا اور یہ بھی قول ہے کہ عقیقہ ناگزیر اور لازمی ہے، اس کے کیے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں اور بچے کو رہن سے تشبیہ دی گئی ہے جس طرح رہن مرتھن کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور اس کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے اسی طرح بچے کی طرف سے عقیقہ بھی ضروری ہے۔ توجیہ سے ان حضرات کی تائید ہوتی ہے جو عقیقہ کو واجب قرار دیتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اپنے بالوں کی گندگی وناپاکی میں مرھون ہے۔ اس لیے حدیث میں ہے کہ ”اس سے گندگی کو دور کرو۔“

(یَوْمَ سَابِعِہٖ) یعنی ساتویں روز عقیقہ کرو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر ساتویں روز گزر جائے تو پھر چودہویں روز، وہ بھی گزر جائے تو پھر اکیسویں دن عقیقہ کیا جائے۔ اس بارے میں ایک حدیث بھی مروی ہے مگر وہ ضعیف ہے۔

حاصل کلام: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچے کی پیدائش کے ساتویں روز بچے کے سر کی پیدائشی آلائش صاف کر کے یعنی اس کے سر کے بال اتروا کر بچے کو نہلایا جائے۔ اس کی طرف سے عقیقہ کیا جائے اور اس کا نام بھی رکھا جائے۔

urdu JUNE.indd 3 6/12/11 12:14 PM

عقیدہ ھی اصل ھے

سید عبدالسلام عمری (کویت)
abdussalamsyed@ymail.com

اللہ تعالی کی طرف سے جتنے بھی انبیاء آئے وہ عقیدۂ الوہیت کی تصحیح اور فکر انسانی کی اصلاح ہی کے لیے آئے ۔ وہ اس بلند بالا ہستی کی طرف دعوت دینے آئے تھے جس کی بزرگی کا راز خود اس کی ذات وصفات ہیں۔اس کی بادشاہت اتنی وسیع اور اس کی سلطنت اتنی زبردست ہے کہ کوئی اس کو مانے یا نہ مانے اس سے اس کی عظمت وجلال پر کوئی آنچ نہیں آسکتی ، اس کے اقتدار میں کوئی کمی نہیں ہوسکتی ،اس کے آب وتاب میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔اس کی عظمت وکبریائی کا آفتاب اسی طرح دمکتا رہے گا، وہ اکیلا ہے،اس کا کوئی ساجھی نہیں، وہ بے نیاز ہے،اس کو کسی کی ضرورت نہیں، وہ بے اولاد ہے اس کی کوئی اولاد نہیں، وہ اول ہے اس کے پاس ماں باپ نہیں، وہ بے مثال ہے اس جیسی کوئی چیز نہیں: لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ (الانعام 103) ''(وہ ایسا ہے کہ) نگاہیں اُس کا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کرسکتا ہے'' ۔

اس ذات باری تعالی نے جو فطرت انسان کو بخشی ہے اس کی روشنی اگرچہ انسان کو معرفت الٰہی تک پہنچادیتی ہے مگر خواہشات کا پرستار، دنیا کا طلبگار، خالق حقیقی سے منحرف، جزا وسزا سے بے پرواہ انسان شرک کی نجاست سے نکلنا ہی نہیں چاہتا۔شرک ایک ایسی چیز ہے جسے عقل ومنطق سے کوئی واسطہ نہیں، انسانی فطرت سے کوئی لگاؤ نہیں۔

قرآن میں ہے:'' کچھ لوگ ہیں جو بلا جانے بوجھے اللہ کے بارے میں بحثیں کرتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کی پیروی کرنے لگتے ہیں ۔اس کے بارے میں تو یہ طے ہے کہ جو اسے دوست بنائے گا اسے وہ گمراہ کرکے چھوڑے گا اور اسے آگ کے عذاب تک پہنچا کردم لے گا۔(الحج 40)

حدیث قدسی میں ہے:''میں نے اپنے بندوں کو خالص توحید پر پیدا کیا تھا، پس شیطان آئے اور انہیں ان کے دین سے بہکالے گئے اور ان پر وہ چیزیں حرام کردیں جو میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں''۔(مسلم)

آج دنیا جس پریشانی سے دوچار ہے وہ ایک روحانی بحران ہے جس کا سبب یہ ہے کہ دنیا نے ان اعلی قدروں کا انکار کردیا جنہیں دین اسلام لے کر آیا تھا، وہ قدریں کیا ہیں؟ حق اور انصاف، اخوت اور فراخ دلی۔وغیرہ

اور آج اس بحران سے دنیا کے نکلنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ وہ پھر سے ان اقدار کی طرف پلٹ آئے ۔اور ایک نہ ایک دن دنیا اپنی فطرت کی رہنمائی میں لازماً ان قدروں کی طرف لوٹ آئے گی ۔ اور جس آن دنیا فطرت کی راہ پالے گی خود بخود اسلام کے دامن میں آجائے گی ،اس لیے کہ اسلام ہی دینِ فطرت ہے۔

اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ عقائد پر ہی پورے دین کی عمارت قائم ہے۔اگر عقائد نہیں تو دین دین نہیں رہتا۔اس باب میں دین اسلام کا انداز دنیا کے دیگر تمام ادیان سے بالکل الگ اور مختلف ہے، وہ صرف عقل ہی کو مخاطب نہیں کرتا، وہ عقائد کی تعمیر کرتے ہوئے عقل اور دل دونوں سے خطاب کرتا ہے، وہ فکر اور احساس دونوں کو جھنجھوڑتا ہے، وہ ذہنی قویٰ کے ساتھ ساتھ جذبات کو بھی بیدار کرتا ہے۔

مگر افسوس برصغیر پاک وہند کے بعض مدارس میں علمِ توحید کے جو اسباق ہوتے ہیں ان اسباق سے طلباء کی ذہنی کیفیت بالکل ویسی ہی ہوتی ہے جیسی معادلاتِ جبریہ کی تشریحات کے وقت یہ دونوں چیزیں عقل کے ناخن کو تو تیز کرتی ہیں مگر قلب پر کوئی اثر نہیں چھوڑتیں ۔اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ طالب علم اللہ کے وجود پر دردجنوں دلائل بیان کرتا جاتا ہے مگر اس کا دل ہی خالقِ بزرگ وبرتر کی عظمت کے احساس سے خالی ہوتا ہے ۔ اس محسن حقیقی کے لیے وہ اپنے اندر شوق ومحبت کی کوئی گرمی یا خوف وخشیت کی کوئی جھرجھری نہیں محسوس کرتا۔ کیا واقعی عقائد کے اسباق ایسے ہی ہونے چاہئیں ؟ کیا عقائد کی تعلیم کا یہی طریقہ مناسب ومعقول ہے؟

اسلام کا عقیدہ ایک ایسا آفتاب ہے، جو کسی کی زندگی کی افق سے طلوع ہوتا ہے تو اسے سراپا نور بنا دیتا ہے، اسکے کسی بھی گوشے میں تاریکی کا نام ونشاں باقی نہیں رہتا۔مگر افسوس ! اوپر ذکر کی گئی خامی کی وجہ سے لوگ تصوف کا رخ کرنے لگے کہ یہاں جو روح کی پیاس بجھ نہ سکی ہے ممکن ہے وہاں بجھ جائے لیکن تصوف ایک ایسی وادی ہے جہاں انسان سنبھلتا کم ہے اور پھسلتا زیادہ ہے۔ یہ وہ صحراء ہے جسکے مسافر عموماً منزل سے ناآشنا رہتے ہیں۔اس راہ میں خطرات اتنے زیادہ ہیں کہ ان کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دوسری طرف کلامی معرکہ آرائیاں اس حد تک بڑھ گئیں کہ بے سروپا اور بے معنی جھگڑوں میں اللہ تعالی کے اسماء وصفات کو بھی ہم نے لا گھسایا۔اس طرح ہمارا معاشرہ پست ہمتی اور کم حوصلگی کا شکار ہوگیا۔ یہ فلسفے کیا آئے کہ عقیدے سے تعلق رکھنے والے علوم اپنی اصل شاہراہ سے ہٹ گئے۔اور علم توحید کی کتابیں فلاسفہ کی اصطلاحات ونظریات، انکے افکار کا ملغوبہ بن گئیں۔نتیجہ یہ ہوا کہ مسلم معاشرہ میں شرک کا زہر سرایت کرگیا اور خالق ارض وسماء سے ہمارا رشتہ کمزور ہو گیا۔اس طرح اسلامی معاشرہ میں بے شمار برائیاں، مہلک بیماریاں اور اجتماعی خرابیاں پیدا ہوگئیں۔ جو امت کی ترقی و بلندی کے لیے سدراہ بن گئیں اور بہت حد تک اسکے زوال و انحطاط کا موجب ہوئیں۔ بالآخر ہماری نگاہوں نے وہ نامبارک وقت بھی دیکھ لیا کہ اسلامی حکومت صلیبی جنگ کے آگے گھٹنے ٹیک دیے اور اسلام کو یہ ہزیمت خود اپنے دوستوں کی ناچاقیوں اور نام لیواؤں کی فکری معرکہ آرائیوں کے ہاتھوں اٹھانی پڑی۔آج حالت اتنی گئی گذری ہوگئی کہ کوئی اور امت بھی فکری وحدت اور جذباتی ہم آہنگی کی اتنی ضرورتمند شاید ہوگی جتنی امت مسلمہ ہے۔اس خستہ حال امت کے تن ناتواں میں یہ مہلک امراض اپنے گھونسلے بنائے ہوئے ہیں اور وہ ماہر اطباء اور مخلص رہنماؤں کی دل سوزیوں کو ترس رہی ہے۔

آج وہ ہماری بد ذوقی پر ماتم کناں ہے کہ ہم نے اسے بدعات وخرافات اور جہالت کے تاریک بادلوں میں روپوش کردیا۔اف یہ کیسی بدمذاقی ہے۔آج ہم نور سے بے زار اور ظلمتوں کے پرستار ہیں۔جبکہ ہم اس نبی کے امتی ہیں جو روز اول سے ہی نور کے علم بردار اور تاریکی سے برسرپیکار تھے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی عقیدہ پر مبنی کچھ ایسا لٹریچر تیار کیا جائے جو مغرب زدہ ذہنوں میں اسلامی عقائد کو راسخ کرنے کے ساتھ ساتھ ایک طرف عام وخاص کے قلب وعقل کو سنوارے اور انکے افکار وعقائد کی اصلاح کرے تو دوسری طرف انھیں جوش وجذبہ سے مالا مال اور ولولۂ عمل سے سرشار کردے کہ ان کے قدم ڈگمگائیں نہیں۔ وہ حق کی راہ میں پوری ثابت قدمی اور پامردی کا مظاہرہ کر سکیں اور اس راہ میں پیش آنے والے خطرات ومصائب سے کبھی ہراساں اور دل شکستہ نہ ہوں۔مسلمانوں کے ہاتھوں میں حکومت کی باگ ڈور اسی وقت آسکتی ہے جب انکے دلوں میں اسلامی عقائد کی جڑیں مضبوط ہوں گی۔ پھر یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ دلوں میں اسلامی عقائد کی جڑیں اسی وقت مضبوط ہوسکتی ہیں اور امت انکے شریں نتائج سے اسی وقت مستفید ہوسکتی ہے جبکہ ان کے سلسلے میں وہی انداز اختیار کیا جائے جو خود اسلام نے اختیار کیا ہے اور ان کو اسی طرح پیش کیا جائے جس طرح اسلام نے پیش کیا ہے۔

urdu JUNE.indd 4 6/12/11 12:14 PM

اصلاحِ عقیدہ

تالیف: فضیلۃ الشیخ محمد بن جمیل زینوؒ
ترجمہ: مولانا عبدالستار حماد (پاکستان)



بندوں پر اللہ کے حقوق

سوال: اللہ نے ہمیں کیوں پیدا کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ بایں طور کہ ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔

فرمانِ الٰہی: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (سورۃ الذاریات 52)

''میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں''۔

حدیثِ نبوی: حَقُّ اللّٰهِ عَلىٰ العِبادِ أن يعبدوه ولايشركوا به شيئاً (متفق عليه)

''اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں''۔

سوال: عبادت کی تعریف کیا ہے؟

جواب: عبادت ہر اس گفتار و کردار کا نام ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرمائیں مثلاً دعا، نماز اور ذبح وغیرہ۔

فرمانِ الٰہی: قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (سورۃ الانعام 163)

''کہہ دیجئے کہ بیشک میری نماز، میری قربانی، میری موت اور میری زندگی سب اللہ رب العالمین کے لیے ہے''۔

حدیثِ قدسی: وما تقرب الىّ عبدى بشيءٍ أحب الى مما افترضتُه عليه (بخاری)

''میرا قرب حاصل کرنے کے لیے بندہ جو کام کرتا ہے وہ اس کی فرضی عبادت سے مجھے زیادہ محبوب ہے''۔

سوال: ہم اللہ کی عبادت کیسے بجالائیں؟

جواب: جیسا کہ ہمیں اللہ اور اسکے رسول مقبول ﷺ نے حکم دیا ہے۔

فرمانِ الٰہی: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ (سورہ محمد 33)

''ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کا کہا مانو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرلو''۔

حدیثِ نبوی: من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد (مسلم) ''ہمارے حکم بغیر کسی نے جو کام بھی کیا وہ مردود اور غیر مقبول ہے''۔

سوال: کیا ہمیں رحمتِ الٰہی کی امید اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے عبادت کرنا چاہیے؟

جواب: ہاں! عبادت کے وقت ہماری یہی کیفیت ہونی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی یوں تعریف فرماتے ہیں:

فرمانِ الٰہی: يَدْعُونَ رَبَّهُم خَوْفاً وَطَمَعاً (سورۃ السجدۃ 16) ''اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے ہیں''۔

حدیثِ نبوی: اسأل الله الجنة وأعوذ به من النار (ابوداؤد) ''میں اللہ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور جہنم سے اس کی پناہ مانگتا ہوں''۔

سوال: عبادت میں احسان کا کیا مفہوم ہے؟

جواب: عبادت میں اللہ تعالیٰ کی مراقبت و نگہداشت کو احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔

فرمانِ الٰہی: الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ (سورہ شعراء 219-218)

''وہ تمہیں اس وقت دیکھ رہا ہوتا ہے جب تم اٹھتے ہو اور سجدہ گزار لوگوں میں تمہاری نقل و حرکت پر نگاہ رکھتا ہے''۔

حدیثِ نبوی: الاحسان أن تعبدالله كأنك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك (مسلم)

''عبادت اس انداز پر ہو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو، اگر یہ تصور نہیں تو پھر اللہ تمہیں دیکھ رہے ہیں' یہ احسان ہے''۔

توحید کی اقسام اور اس کے فوائد

سوال: اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کو کیوں مبعوث فرمایا؟

جواب: انبیائے کرام کو اس لیے مبعوث فرمایا کہ لوگوں کو عبادت باری تعالیٰ کی دعوت دیں اور اس کی ذات بابرکات سے شرک کی نفی کریں۔

فرمانِ الٰہی: وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولاً أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ. (سورۃ النحل 36)

''اور ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو''۔

حدیثِ نبوی: والأنبياء إخوة.....ودينهم واحد (بخاری و مسلم) ''تمام انبیاء آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ان کا ایک ہی دین ہے''۔

سوال: توحید ربوبیت کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو اس کے افعال میں یکتا ماننا توحید ربوبیت ہے جیسے خلق اور تدبیر وغیرہ۔

فرمانِ الٰہی: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (سورۃ الفاتحہ 1) ''تعریف اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام کائنات کا رب ہے''

حدیثِ نبوی: أنتَ ربّ السّمٰوٰت والأرض. (بخاری و مسلم) ''تو ہی آسمانوں اور زمین کا رب ہے''۔

سوال: توحید الوہیت کسے کہتے ہیں؟

جواب: جملہ عبادات میں اللہ کو اکیلا ماننا، اور اس کے ساتھ شرک نہ کرنا توحید الوہیت ہے۔ جیسے دعا، ذبح اور نذر وغیرہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔

فرمانِ الٰہی: وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ. (سورۃ بقرہ ۱۶۳) ''اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے اس رحمٰن اور رحیم کے سوا کوئی معبود نہیں ہے''۔

حدیثِ نبوی: فليكن أول ماتدعوهم اليه شهادة أن لا اله الاّ لله. (متفق عليه)

''لوگوں کو پہلی پہلی یہ دعوت دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی مستحق عبادت نہیں''۔ (بخاری و مسلم) بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے الی أن يوحدوا الله یعنی اللہ کے ایک ہونے کی دعوت دی جائے۔

سوال: توحید اسماء وصفات سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے لیے یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے جو اوصاف بیان فرمائے ہیں انہیں اس کی شایان شان بلا تاویل و تفویض اور بلا تمثیل و تعطیل تسلیم کرنا توحید اسماء وصفات کہلاتا ہے، جیسا کہ استواء علی العرش، اس کا نزول اور اس کا ہاتھ وغیرہ۔

فرمانِ الٰہی: لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (سورہ شوریٰ 11)

''کائنات کی کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں وہ سب کچھ دیکھنے اور سننے والا ہے''۔

حدیثِ نبوی: ينزل الله فى كل ليلة الى السماء الدنيا. (مسلم) ''اللہ تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا کی طرف اپنی شایان شان نزول فرماتے ہیں''۔ (اس کا یہ نزول مخلوق کے ہرگز مشابہ نہیں ہے)۔ (جاری)

urdu JUNE.indd 5 6/12/11 12:14 PM

رسول اکرم ﷺ پر درود وسلام کی فضیلت

مولانا محمد انور محمد قاسم سلفی (کویت)

رسول اللہ ﷺ پر درود اور سلام بھیجنا فرض ہے

رسول اکرم ﷺ کی اتباع، اطاعت اور محبت کے علاوہ، وہ حقوق جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر مشروع کیا ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾

(الأحزاب:56)

ترجمہ: ''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود وسلام بھیجو''۔

اللہ تعالیٰ کے درود کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے فرشتوں کی محفل میں آپ ﷺ کی تعریف وتوصیف اور فضائل وکمالات کا تذکرہ فرماتا ہے اور فرشتوں کے درود کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کے حق میں رحمت اور برکت کی دعا کرتے ہیں، اور انسانوں کا درود یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کے لیے رحمت، برکت اور مغفرت طلب کرتے ہیں۔

(بخاری عن ابی العالیۃ)

اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ کی اپنے پاس ملأ اعلیٰ میں قدر ومنزلت کی خبر دی ہے، کہ وہ بذات خود اپنے مقرب فرشتوں میں آپ ﷺ کی مدح وثنا، صفاتِ حمیدہ اور خصائلِ محمودہ کا تذکرہ فرماتا رہتا ہے، اور فرشتے آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، پھر اس نے اہل دنیا کو آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے، تاکہ آپ ﷺ کیلئے عالم علوی اور عالم سفلی کے رہنے والوں کی تعریف جمع ہو جائے۔

﴿وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ پر اسلامی سلام بھیجو۔ اور آپ پر سلام کے الفاظ وہی ہیں جو نماز میں التحیات میں پڑھے جاتے ہیں، یعنی: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

ترجمہ: ''اے نبی (ﷺ) آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی، رحمتیں اور برکتیں ہوں''۔

فضائل درود

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ اپنی دس رحمتیں نازل فرماتا ہے''۔ (صحیح الادب المفرد)

سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن سب سے زیادہ مجھ سے قریب وہ لوگ ہوں گے جو سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجتے ہیں''۔ (ترمذی:484)

سیدنا ابوہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میری قبر کو عبادت گاہ نہ بناؤ، اور مجھ پر درود بھیجو، بلاشبہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے، چاہے تم جہاں رہو''۔ (ابوداؤد:2041)

جمعہ کے دن درود پڑھنے کی فضیلت

جمعہ کا دن ہفتے کے ساتوں دنوں میں سب سے زیادہ افضل اور مبارک دن ہے، جیسا کہ اس دن کی فضیلت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بہترین دن جس پر سورج طلوع ہوا جمعہ کا دن ہے، اسی دن حضرت آدم ؑ پیدا کئے گئے، اسی دن جنت میں داخل کئے گئے، اسی دن جنت سے نکالے گئے اور اسی دن قیامت قائم ہوگی''۔ (مسلم)

اس دن خصوصی طور پر رسول اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کی کچھ اور ہی فضیلت ہے، جیسا کہ حضرت اوس بن اوس ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جمعہ کا دن تمہارے تمام دنوں میں سب سے افضل دن ہے، اس دن تم مجھ پر بکثرت درود بھیجو، اس لیے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہوگا جبکہ آپ تو مٹی میں مل چکے ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جسموں کو مٹی پر حرام قرار دیا ہے''۔ (ابوداؤد:1047)

درود پیش کئے جانے کی توضیح کرتے ہوئے علماء نے لکھا ہے کہ درود کے ساتھ اس امتی کا نام بھی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جائے گا جس نے اس درود شریف کا ہدیہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیجا۔

درود نہ پڑھنے والے کی مذمت

رسول اللہ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی سن کر درود نہ پڑھنا ازلی شقاوت وبدبختی کا باعث ہے، ایسے شخص پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی کئی احادیث میں بددعا بھی کی ہے، بخاری شریف کی وہ مشہور حدیث سبھی جانتے ہیں کہ آپ ﷺ نے منبر پر چڑھتے ہوئے تین مرتبہ آمین فرمایا، تو صحابہ کرام ؓ بے چین ہوگئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی میرے پاس جبریل ؑ آئے تھے، انہوں نے تین شخصوں کے حق میں بددعا کی، جن میں وہ شخص بھی ہے جس کے پاس میرا نام لیا گیا لیکن اس نے مجھ پر درود نہیں بھیجا، اس پر میں نے آمین کہا''۔ (رواہ ابن خزیمہ وابن حبان وصححہ الالبانی فی صحیح الترغیب والترھیب 997)

سیدنا ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس شخص کی ناک خاک آلود ہو (یعنی وہ ذلیل ورسوا ہو) جس کے پاس میرا نام لیا گیا لیکن اس نے مجھ پر درود نہیں بھیجا''۔ (ترمذی:3539)

سیدنا علی بن ابی طالب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''حقیقی معنوں میں بخیل وہ شخص ہے، جس کے پاس میرے نام کا تذکرہ ہوا، لیکن اس نے مجھ پر درود نہیں بھیجا''۔ (ترمذی:3545)

اس لیے ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کا نام مبارک سن کر کم از کم صلی اللہ علیہ وسلم کہے۔

قبولیت دعا کے لیے درود شرط ہے

رب العالمین کے دربار میں وہ دعا بھی قبول نہیں ہوتی جس کے اول وآخر میں اس کے حبیب ﷺ پر درود نہیں پڑھا جاتا، جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت فضالہ بن عبید ؓ کہتے ہیں: ''رسول اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دعا کرتے ہوئے سنا، جس نے اپنی دعا

urdu JUNE.indd 6 6/12/11 12:14 PM

میں نہ تو اللہ سبحانہ کی مدح وثناء کی اور نہ رسول پاک ﷺ پر درود بھیجا۔آپ ﷺ نے فرمایا:''اس بندے نے جلد بازی کی''۔پھر اسے بلایا اور فرمایا:''تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو سب سے پہلے اپنے پروردگار کی حمد وثناء بیان کرے، پھر نبی ﷺ پر درود بھیجے، اسکے بعد اپنے لیے جو مانگنا ہو مانگے''(ابوداؤد:1481۔ترمذی:3475)

سیدنا ابی بن کعب ؓ کہتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا:یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ پر زیادہ سے زیادہ درود پڑھتا ہوں، ذرا بتلایئے! اگر میں دعا کروں تو میں آپ پر کتنا درود بھیجوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:تم جتنا چاہو۔ میں نے کہا:اگر ایک چوتھائی حصہ پڑھوں تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا:اگر تم نے اور زیادہ کیا تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔ میں نے کہا:آدھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:اگر تم اور زیادہ کرو تو تمہارے لیے بہتر ہی ہے۔پھر میں نے کہا:اگر دو تہائی پڑھوں تو؟ آپ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا۔پھر میں نے کہا کہ میں اپنی ساری دعا میں صرف اور صرف آپ پر درود ہی بھیجتا رہوں گا۔یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا جب تو یہ تمہارے سارے غم اور پریشانیوں کے لیے کافی کر دیا جائے گا اور تمہارے گناہوں کی مغفرت کا سبب بھی بن جائے گا۔

(ترمذی:2381)

اس حدیث کی تشریح میں علمائے کرام نے لکھا ہے کہ جو شخص اپنی دعا میں سوائے درود کے کچھ نہیں پڑھتا، اللہ تعالیٰ درود شریف پڑھنے کی برکت سے بغیر مانگے کے ہی اس کی ساری حاجات کو پوری کر دیتا ہے۔

درود باعثِ شفاعت ہے

نبی اکرم ﷺ کی امت پر شفقتیں اور دین کے لیے جدوجہد اور امت کی بخشش کے لیے محنت وکاوش کا تقاضہ یہ ہے کہ امت آپ کی ذاتِ اقدس پر بکثرت درود وسلام بھیجے، اور جو کوئی مومن وموحد جس قدر زیادہ درود پڑھے گا اسی قدر آپ کی شفاعت کا مستحق ہوگا۔سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص ؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:''جب تم اذان سنو تو مؤذن جس طرح کہتا ہے اسی طرح کہو، پھر مجھ پر درود بھیجو، اس لیے کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ اپنی دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لیے ''وسیلہ،، مانگو، یہ جنت میں ایک مقام ہے جو تمام بندوں میں صرف ایک ہی بندے کو عطا ہوگا، اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں گا، جو شخص میرے لیے مانگتا ہے، اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے''۔(مسلم:384)

درود شریف کے الفاظ

کن الفاظ سے آپ پر درود بھیجا جائے اس کی تعلیم بھی سرور کائنات ﷺ نے امت کو دی ہے، سیدنا کعب بن عجرہ ؓ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام ؓ نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا:ہم آپ کو سلام کرنا تو جانتے ہیں لیکن درود کیسے بھیجیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح پڑھو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْد ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍوَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْد (بخاری)

ترجمہ:''اے اللہ! رحمت نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر اور آپکی آل پر جس طرح تو نے رحمت فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپکی آل پر، بے شک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔اے اللہ! تو برکت نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر اور آپکی آل پر جیسا کہ تو نے برکت فرمائی ابراہیم علیہ السلام اور انکی آل پر، بیشک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے''۔

جب کوئی مسلمان آپ ﷺ پر مختصر درود بھیجے تو درود اور سلام دونوں کو اکٹھے کر لے، ان میں سے کسی ایک پر اکتفا نہ کرے، جیسے:صرف ''صلی اللہ علیہ'' نہ کہے، اور نہ ہی صرف ''علیہ السلام،، کہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کا حکم دیا ہے، بلکہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کہے، جیسا کہ صحابہ کرام کہا کرتے تھے، یہی وہ مسنون درود وسلام ہیں جو زمانۂ نبوت سے آج تک امت کے علمی طبقے میں متداول ہیں، البتہ عوامی سطح پر لوگوں نے قسما قسم کے درود ایجاد کر لیے ہیں جیسے:درود ہزاری، درود تاج، درود لکھی وغیرہ اور بے چارے عام مسلمان کم علمی کی وجہ سے بڑی ہی عقیدت ومحبت سے ان درودوں کا ورد کرتے ہیں، ایسے بھائیوں سے عرض ہے کہ وہ ان تمام مصنوعی درودوں سے دامن جھاڑ کر اس مسنون درود کو حرزِ جان بنالیں، جس کی تعلیم خود رسول مکرم ﷺ نے امت کو دی ہے۔

درود شریف پڑھنے کے مقامات

آپ ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم کئی ایسی جگہوں پر آیا ہے جس سے یہ بات متأکد ہو جاتی ہے کہ درود بھیجنا واجب ہے یا سنّت مؤکدہ۔امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب جلاء الأفھام میں اکتالیس (41) ایسے مقامات کا تذکرہ فرمایا ہے، جہاں درود پڑھنا مسنون یا ضروری ہے، اس کی تفصیل بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

پہلا مقام: جو سب سے زیادہ اہم ہے اور جس کی سب سے زیادہ تاکید ہے، وہ ہے نماز کا آخری تشہد۔تمام مسلمانوں کا اس جگہ درود پڑھنے کے مسنون ہونے پر اتفاق ہے، لیکن اس کے واجب ہونے کے متعلق اختلاف ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ نماز کے آخری تشہد میں درود پڑھنا واجب ہے، اگر کوئی شخص جان بوجھ کر چھوڑ دیتا ہے تو اسکی نماز نہیں ہوگی۔

پھر دیگر مقامات کا تذکرہ کرتے ہوئے امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں: دعائے قنوت کے آخر میں۔خطبات (جیسے خطبہ جمعہ، عیدین اور استسقاء) میں، مؤذن کی اذان کا جواب دینے کے بعد، دعا کرتے وقت، مسجد میں داخل ہونے اور باہر نکلنے کے وقت، آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی سننے کے بعد۔

پھر امام موصوف درود پڑھنے سے حاصل ہونے والے چالیس فوائد کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

- درود پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے۔
- درود پڑھنے والے پر اللہ کی دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔
- دعا کرنے سے پہلے درود پڑھنے سے دعا کے قبول ہونے کی امید ہوتی ہے۔
- درود کے ساتھ آپ ﷺ کیلئے وسیلے کی دعا پڑھنا، آپ ﷺ کی شفاعت کا سبب بنتا ہے۔
- یہ گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔
- آپ ﷺ پر درود اور سلام بھیجنے والے کا، رسول ﷺ جواب دیتے ہیں اسطرح درود آپ ﷺ کے جواب کا سبب بنتا ہے۔

ہر مسلمان کے لیے مناسب ہے کہ وہ ہر دن بعد نماز صبح اور بعد نماز عصر یا مغرب کم از کم دس دس مرتبہ رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنا اپنی زندگی کا وطیرہ اور وظیفہ بنالے، اس سے رب العالمین کی رحمتوں اور مغفرتوں کے علاوہ بے شمار روحانی اور جسمانی فوائد بندۂ مومن کو حاصل ہوتے ہیں، بھلا اس ذات مبارک ومقدس پر ہم کیوں نہ درود بھیجیں، جن کا کلمہ پڑھ کر ہم مسلمان ہوئے، جن سے محبت، اور جن کی اتباع واطاعت جزو ایمان ہے، روزِ قیامت جنکی شفاعت کے ہم امیدوار ہیں، اور جنکے دست مبارک سے جامِ کوثر کے ہم طلب گار ہیں؟۔

نبی کریم ﷺ پر بے شمار درود وسلام نازل ہوں۔

urdu JUNE.indd 7 6/12/11 12:15 PM

نقاب پر عتاب

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

مغرب کو اس بات پر ناز ہے کہ اس نے دنیا کو جمہوریت اور سیکولرزم کا تحفہ دیا ہے، جس میں ہر شخص کو اظہارِ خیال کی، اپنی تہذیبی اور ثقافتی شناخت کے ساتھ زندہ رہنے کی اور اپنے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت ہے اور کسی پر کوئی رائے تھوپی نہیں جاسکتی، عالم اسلام پر دباؤ ہے کہ وہ خواتین کو اپنے خیال کے مطابق زندگی گذارنے کی اجازت دیں، ہر گروہ کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کا اختیار دیں اور اس میں جبر اور زور زبردستی کا طریقہ اختیار نہ کریں، مگر شاید مغرب میں آزادی کا حقیقی مقصد انسان کو اخلاقی اور مذہبی قدروں سے آزاد کرنا ہے، نہ کہ آزادی سے ہمکنار کرنا، اسی لیے فرانس ..... جہاں بعض ایسے مقامات بھی موجود ہیں، جن میں انسان کو کوئی پوشاک پہننے کی اجازت نہیں ..... کے موجودہ صدر نکولس سرکوزی نے فرانس میں آباد چالیس لاکھ مسلمانوں کو ان کی مذہبی شناخت سے محروم کرنے کی اور مسلمان خواتین کو نقاب سے روکنے کی ایک پرجوش مہم شروع کر رکھی ہے اور برقعہ پر پابندی کا قانون بنا دیا گیا ہے اور اس سے پہلے بھی اسکولوں اور سرکاری اداروں میں سکھوں کے لیے پگڑی، مسلمان خواتین کے لیے اسکارف، یہودیوں کے لیے ان کی مخصوص ٹوپی اور عیسائیوں کے لیے صلیب رکھنے کی ممانعت کی جاچکی ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ جمہوریت کہ اس تصور کے بالکل مغائر ہے جس میں تمام لوگوں کو یکساں حقوق دینے اور اپنی سوچ کے مطابق عمل کا حق دینے کا دعویٰ کیا جاتا ہے، سیکولرزم کا مطلب یہی ہے کہ ایک شخص کو جانوروں کی طرح بے لباس رہنے کی اجازت ہو لیکن اگر وہ اپنی خوشی اور خواہش سے ساتر لباس پہننا چاہے تو اس پر پابندی ہو؟۔

اللہ کا نظام یہ ہے کہ جو چیز اہم بھی ہوتی ہے اور نازک بھی، اسے حفاظتی حصار میں رکھا جاتا ہے، انسان کے ہاتھ پاؤں پر کوئی حصار نہیں رکھا گیا؛ لیکن دماغ کو سخت ہڈیوں والی کھوپڑی کے اندر رکھا گیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ اس کا تحفظ ہو سکے، دل کی جگہ سینہ کی لچک دار ہڈیوں کے بیچ رکھی گئی؛ تاکہ زیادہ سے زیادہ اس کی حفاظت ہو سکے، آنکھوں پر پلکوں کا پہرہ بٹھایا گیا، یہ ان اعضاء کی تحقیر ہے یا ان کی



حفاظت؛ بلکہ ان کا اعزاز؟.....نباتات ہی کو دیکھئے، اگر آم پر دبیز چھلکوں کا لباس نہ ہوتا تو کیا مکھیوں اور بھڑوں سے بچ کر وہ انسانوں کے ہاتھ آسکتا؟ اگر چاول گیہوں کے دانوں پر ان کی حفاظت کے لیے چھلکے نہ ہوتے تو انسان انہیں اپنی خوراک بنا بھی سکتا؟ خود انسانی معاشرہ میں دیکھئے ملک کا ایک عام شہری کھلے عام ہر جگہ آمد و رفت کرتا ہے، نہ اس کے ساتھ سیکورٹی گارڈ ہے، نہ اس کی رہائش گاہ پر پہرہ دار ہیں، جبکہ اہم شخصیتوں کے لیے تحفظ کا خصوصی نظم کیا جاتا ہے۔

مردوں اور عورتوں میں عورتیں حفاظت کی زیادہ محتاج ہیں، اللہ نے ان کو مردوں کے لیے وجہ کشش بنایا ہے؛ اسی لیے ان کی تراش وخراش میں حسن کاری اور لطافت کو قدم قدم پر ملحوظ رکھا گیا ہے، اور لطافت 'نزاکت' کو چاہتی ہیں، اسی لیے بھینس اور بیل تو لطافت سے خالی ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے ہرن کو نازک اندام اور سبک خرام بنایا ہے، عورتوں کے اس تخلیقی پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے وہ حفاظت کی زیادہ محتاج ہوتی ہیں، اگر کسی کالڑکا شہر جائے، اسے چار بجے شام کو آنا چاہیے تھا؛ لیکن وہ رات کے دس بجے لوٹے تو اس سے گھبراہٹ نہیں ہوتی؛ لیکن اگر یہی واقعہ کسی لڑکی کے ساتھ پیش آئے، تو دل کا قرار چھن جاتا ہے، اور ماں باپ کی کروٹیں بے سکون ہو جاتی ہیں، اسی کو دیکھئے کہ پوری دنیا میں اور ہندوستان میں بھی مردوں اور عورتوں کے عددی تناسب میں بہت زیادہ فرق نہیں ہے، اللہ نے ان دونوں صنفوں کو ایک توازن کے ساتھ پیدا فرمایا ہے؛ تاکہ دونوں طبقات کی ضرورتیں پوری ہو سکیں، پوری دنیا میں سو سال سے زیادہ عرصہ سے جمہوریت سکۂ رائج الوقت بنی ہوئی ہے، جس کا ایک نعرہ عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق دینا بھی ہے؛ لیکن اس کے باوجود آج بھی عورتیں حقوق مانگتی ہیں اور مرد انہیں حقوق واختیارات دیتے ہیں، یہ فرق کیوں ہے؟ کیوں امریکہ اور روس میں آج تک کوئی خاتون صدر نہیں بن سکی اور یورپ میں مارگریٹ تھیچر اور انجیلا مرکل کے علاوہ خاتون سربراہ حکومت کے عہدہ پر نہیں پہنچ سکی؟ یہ ظلم وحق تلفی کا معاملہ نہیں ہے؛ بلکہ قانونِ فطرت کا فیصلہ ہے، قدرت نے خود دونوں کی صلاحیتوں میں فرق رکھا ہے اور صلاحیتوں کے لحاظ سے دائرۂ کار متعین کیا ہے۔

پردہ بھی اسی فرق کا ایک حصہ ہے، جانور بھی کھاتے پیتے ہیں اور شہوانی جذبات رکھتے ہیں؛ لیکن ان کی فطرت لباس کے تصور سے عاری ہے، انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ وہ اپنے آپ کو عریانیت سے بچائے اور لباس زیب تن کرے، وہی فطرت اس بات کا بھی مطالبہ کرتی ہے کہ مردوں کے مقابلہ میں عورتیں زیادہ ڈھکی چھپی ہوں، فرض کیجئے دو لڑکیاں راستہ سے گذر رہی ہیں، ایک لڑکی کا لباس چست اور شوخ ہو، اس کا سر کھلا ہو، اس کے بازو کھلے ہوں، اس کا پیٹ نگاہِ ہوس کو دعوتِ نظارہ دیتا ہو اور اس کا کسا ہوا لباس جسم کے نشیب وفراز کو نمایاں کرتا ہو، دوسری لڑکی سر تا پا نقاب میں ہو یا کم سے کم ڈھیلا ڈھالا لباس اور سر پر دوپٹہ ہو، تو اوباش قسم کے لڑکے ان میں سے کس کو چھیڑنے کی کوشش کریں گے، ہوسناک نگاہوں کا تیر کس کی طرف متوجہ ہوگا، برائی کے جذبات ان میں سے کس کی طرف دلوں میں کروٹ لیں گے؟ یقیناً بے پردہ لڑکی اس کا نشانہ بنے گی۔

چند سال پہلے جب دہلی میں لڑکیوں کو چھیڑنے اور جنسی طور پر ہراساں کرنے کے واقعات کی کثرت ہوگئی، تو پولیس کمشنر نے ہدایت جاری کی کہ لڑکیاں چست اور نیم عریاں لباس پہن کر بازاروں اور تعلیم گاہوں میں نہ جائیں؛ کیونکہ اس سے جرم کی تحریک پیدا ہوتی ہے مگر افسوس کہ حقوقِ نسواں کی تنظیموں نے اس معقول تجویز کے خلاف ایسا شور برپا کیا کہ تجویز واپس لینی پڑی۔

urdu JUNE.indd 8 6/12/11 12:15 PM

پردہ کے بارے میں اسلامی تعلیمات تو بالکل واضح ہیں۔قرآن کریم نے عورتوں کو پورے جسم کے علاوہ چہرہ پر بھی گھونگھٹ ڈالنے کا حکم دیا ہے (سورۃ الاحزاب 59) خواتین کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں پیچھے صف رکھی اور یہ بھی فرمایا کہ ان کا مسجد میں نماز پڑھنے سے گھر میں نماز ادا کرنا بہتر ہے۔

(ابوداؤد، حدیث نمبر 570، 678)

ان سے بنیادی طور پر ایسی ذمہ داریاں متعلق کی گئیں، جو اندرونِ خانہ کی ہیں، اور انہیں شمعِ محفل بنانے کی بجائے گھر کی ملکہ بنایا گیا۔ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب میں بھی پردہ کا تصور رہا ہے، بائبل میں کئی خواتین کا ذکر ملتا ہے جو کپڑوں میں لپٹی ہوئی تھیں بلکہ بعض وہ ہیں جو پردے کی وجہ سے پہچانی نہیں گئیں، آج بھی چرچوں میں حضرت مریم علیہا الصلاۃ والسلام کا جو فرضی مجسمہ بنایا جاتا ہے، اس میں چہرہ کے علاوہ پورا جسم ڈھکا ہوتا ہے، حالانکہ رومن تہذیب اور اس کے بعد یورپ میں عورتوں کے عریاں مجسمے بنانے اور جسم کے ایک ایک نشیب وفراز اور خط وخال کو نمایاں کرنے کا رواج عام ہے، گویا جو لوگ عریانیت اور بے پردگی کے مبلغ ہیں وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ عورتوں کا تقدس باپردہ رہنے ہی میں ہے۔

ہندو مذہب میں بھی قدیم عہد سے پردہ کی اہمیت رہی ہے، سیتا جی کا مشہور واقعہ ہے کہ جب راون نے انہیں اغوا کیا، تو شری رام جی کے چھوٹے بھائی لکشمن جی انہیں پہچان بھی نہیں سکے، اور انہوں نے کہا کہ ایک ہی جگہ رہنے کے باوجود ہم نے کبھی اپنی بھاوج کی صورت نہیں دیکھی اور جب شری رام جی نے سیتا کے لیے ہار بھیجے، تو سیتا جی مختلف عورتوں کے درمیان بیٹھی ہوئی تھیں، اس لیے لکشمن انہیں پہچاننے سے قاصر رہے، یہ واقعات جن کا برادران وطن کی کتابوں میں آج بھی ذکر موجود ہے، واضح کرتے ہیں کہ ہندو مذہب میں عورتوں کی عفت وعصمت، شرم وحیا اور پردہ وغیرہ کو کتنی اہمیت حاصل تھی، یہی وجہ ہے کہ ہندو سماج میں اکثر اونچی ذات کی عورتیں پردہ کیا کرتی تھیں، اب بھی مارواڑیوں، کائستوں اور پرانی وضع کے حامل برہمن خاندانوں میں عورتوں کے باپردہ رہنے کا رواج ہے، گو ان کے ہاں برقعہ کا استعمال نہیں ہوتا، لیکن گھونگھٹ لٹکا کر رکھنے کا رواج پایا جاتا ہے۔

پردہ نہ ترقی میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے اور نہ اس سے ترقی کے مواقع ختم ہوتے ہیں، اسلامی تاریخ میں بہت سی باکمال خواتین پیدا ہوئی ہیں، جن کے حالات پر کئی کئی جلدیں لکھی گئی ہیں، اسلام نے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی علم حاصل کرنے کی اجازت دی ہے، وہ معلم ہوسکتی ہیں، وہ طبیب ہوسکتی ہیں، وہ شرعی اصولوں کے مطابق تجارت کرسکتی ہیں، وہ کارِ افتاء انجام دے سکتی ہیں، وہ حدود وقصاص کے علاوہ دوسرے مقدمات میں جج بن سکتی ہیں، اگر مردوں اور عورتوں کے لیے جداگانہ ضروریات کا نظم کیا جائے، الگ الگ اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں ہوں، الگ الگ ہاسپٹل ہوں، عورتوں کے لیے مخصوص مارکیٹ ہوں، وغیرہ تو خواتین کے لیے معاشی تگ ودو کے بھی اتنے مواقع پیدا ہوجائیں گے، جو انہیں اس وقت میسر نہیں ہیں اور وہ آزادانہ ماحول میں بہتر طور پر کام کرسکیں گی، اگر ٹرین میں خواتین کے لیے مخصوص کوچ ہوسکتے ہیں، بسوں میں ان کے لیے محفوظ سیٹیں ہوسکتی ہیں، ہسپتالوں میں ان کے وارڈ الگ رکھے جاسکتے ہیں تو زندگی کے دوسرے شعبوں میں خواتین کے لیے علیحدہ اور مستقل انتظام ہو تو اس میں کیا دشواری یا برائی ہے؟

پس، پردہ خواتین کو مجرمانہ ذہن سے بچانے کا ذریعہ ہے اور اس کا مقصد حفاظت ہے، اگر معاشرہ میں پردہ کا رواج ہوجائے اور خواتین کے لیے ایسا نظم کیا جائے کہ وہ زندگی کے مختلف میدانوں میں مردوں سے الگ رہتے ہوئے اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں تو یہ عورتوں کو بے پردہ کرنے، مخلوط ماحول میں انہیں تناؤ کا شکار بنانے اور مردوں کی نگاہ ہوس کو ٹھنڈی کرتے ہوئے اپنے فرائض انجام دینے سے کہیں بہتر ہوگا، کاش! اہل مغرب عورتوں کے حقیقی مسائل کو سمجھ سکیں اور ان کے دکھ کا مداوا کرسکیں۔

پردہ نہ ترقی میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے اور نہ اس سے ترقی کے مواقع ختم ہوتے ہیں، اسلامی تاریخ میں بہت سی باکمال خواتین پیدا ہوئی ہیں، جن کے حالات پر کئی کئی جلدیں لکھی گئی ہیں، اسلام نے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی علم حاصل کرنے کی اجازت دی ہے، وہ معلم ہوسکتی ہیں، وہ طبیب ہوسکتی ہیں، وہ شرعی اصولوں کے مطابق تجارت کرسکتی ہیں، وہ کارِ افتاء انجام دے سکتی ہیں، وہ حدود وقصاص کے علاوہ دوسرے مقدمات میں جج بن سکتی ہیں

یہ تاریخ کا ایک عجوبہ ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک حضرت مریم علیہا السلام ایک مقدس ترین شخصیت کی مالک ہیں، بلکہ بعض تو انہیں عیسائی عقیدہ کے مطابق تین خداؤں میں ایک خیال کرتے ہیں، ان کی زندگی کا امتیازی پہلو یہ تھا کہ وہ کنواری تھیں، انہیں کسی مرد نے ہاتھ بھی نہ لگایا تھا اور اللہ تعالی کے خصوصی حکم کی بناء پر وہ حاملہ ہوئیں، لیکن عجیب بات ہے کہ جس عورت کو نکاح کے ذریعہ بھی نہ چھوا گیا ہو، آج انہیں پر ایمان رکھنے والی عیسائی قوم دامن عفت تار تار کرنے کو بے قرار ہے، لباس ان کے لیے ایک ناقابل برداشت بوجھ ہے اور چاہتی ہے کہ جسم پر ایک تار لباس بھی باقی نہ رہے، دنیا میں شاید ہی اس سے بڑھ کر کوئی حیرت انگیز تضاد موجود ہوگا، **فیا عجباہ و یا اسفاہ!**۔

(باقی صفحہ 14 کا)☆ بظاہر چار باتوں میں ایک خوبی ہے مگر حقیقت میں چاروں کی تہہ میں چار ضروری بھی ہیں:
(1) نیکوکاروں سے ملنا ایک خوبی ہے مگر ان کی اتباع کرنا ایک ضروری عمل ہے۔(2) تلاوت قرآن مجید ایک خوبی ہے مگر اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔(3) مریض کی عیادت ایک خوبی ہے مگر اس کی وصیت کرنا ایک ضروری عمل ہے۔(4) زیارت قبور ایک خوبی ہے مگر وہاں کی تیاری کرنا ایک ضروری امر ہے

☆ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ مجھے چار باتوں میں عبادت الٰہی کا مزہ آتا ہے:
(1) فرائض کی ادائیگی میں۔(2) حرام اشیاء سے پرہیز کرنے میں۔(3) امید اجر پر نیک کام کرنے میں (4) خوف الٰہی سے برائیوں سے بچنے میں۔

☆ آپؓ نے فرمایا کہ متقی اور نیک آدمی کی پانچ علامتیں ہیں:
(1) ایسے شخص کی صحبت میں رہنا جس سے دین کی اصلاح ہو۔(2) شرمگاہ اور زبان کو قابو میں رکھنا۔(3) مسرت دنیا کو وبال خیال کرنا۔(4) شبہات کے خوف سے حلال سے بھی پرہیز کرنا۔(5) ایک حرام چیز میں بھی ہلاکت ہے۔

urdu JUNE.indd 9 6/12/11 12:15 PM

شریعت اسلامیہ میں جرم وسزا اور نفاذِ حدود

پروفیسر ڈاکٹر فرید الدینؒ سابق استاذ الحدیث
جامعہ نعمانیہ ڈی آئی خان پاکستان
تلخیص: حافظ امداد اللہ بن فرید الدین (کویت)

رجم کرنے کی ترتیب میں حکمتِ نبوی ﷺ

حدِ رجم میں سب سے پہلے گواہ پتھر ماریں پھر امام پھر دوسرے لوگ۔ کیونکہ گواہ کبھی جھوٹی گواہی دینے پر جرأت کرتا ہے پھر اسکے قتل کا مرتکب ہونے سے ڈر کر گواہی سے پھر جاتا ہے۔ تو گویا گواہ سے شروع کرانے میں حد دور کرنے کا حیلہ نکلتا ہے۔ اگر گواہوں نے ابتداء کرنے سے انکار کیا تو حد ساقط ہوجائے گی۔ اسی طرح اگر گواہ مر گئے یا غائب ہو گئے تو بھی ظاہر روایت میں حد ساقط ہو جائیگی۔ کیونکہ حد مارے جانے کی شرط جاتی رہی۔ ابوداؤد کی روایت ہے کہ جب حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو پتھر کی سخت چوٹ لگی تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے لیکن عبداللہ بن انیس نے انہیں اونٹ کی ایک ہڈی سے ایسا مارا کہ وہ ہلاک ہوگئے۔ جب آپؐ کو بتلایا گیا تو آپؐ نے فرمایا۔ ''هَلَّا تَرَكْتُمُوهُ لَعَلَّه يَتُوبُ فَيَتُوبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ''۔ (سنن ابوداؤد ج4 ص205)

ترجمہ: ''تم نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا۔ ہوسکتا تھا کہ وہ توبہ کر لیتا اللہ تعالیٰ اسکی توبہ کو قبول فرما لیتے''۔

نیز جب تک مجرم کا معاملہ عدالت تک نہ پہنچے اسکی پردہ پوشی کا حکم ہے لیکن جب قبضہ عدالت میں آجائے اور تحقیق وتفتیش کے بعد جرم ثابت ہو جائے تو حد کا نفاذ ناگزیر ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کے اقرار پر آنحضرت ﷺ نے اُن کے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا مگر حضرت ہزال رضی اللہ عنہ جنہوں نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو بارگاہ نبوت میں حاضر ہونے اور اقرارِ جرم کا مشورہ دیا تھا ان سے فرمایا: يَا هَزَّالُ لَوْ اِسْتَرْتَهُ بِرِدَائِكَ فَكَانَ خَيراً لَّكَ (ابوداؤد۔ ج2 ص245)

ترجمہ: ''ہزال اگر تم اس پر پردہ ڈال دیتے تو تمہارے حق میں بہتر ہوتا''۔

ایک طرف آنحضرت ﷺ کی شفقت کا یہ عالم کہ مشورہ دینے والے کو پردہ پوشی کا حکم فرماتے ہیں اور دوسری طرف حد کے نافذ کرنے میں کوئی رورعایت نہیں فرمائی۔

اسلام نے اجرائے حد میں یہاں تک حکم دیا ہے کہ جس شخص پر زنا اسکے اپنے اقرار سے ثابت ہوا ہے اور پھر اگر اقرار کرنے والے پر حد جاری ہو رہی ہو تو وہ اپنے اقرار سے رجوع کرلے تو فوراً کوڑے مارنا یا رجم کرنا موقوف کر دیا جائیگا کیونکہ اسکے اقرار میں شبہ پیدا ہو گیا ہے اور شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ (بدائع الصنائع ج7، ص61)

چوری کی حد کے لیے شرائط

چوری پر سزا کی تنفیذ کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

- مالِ مسروق مال منقول ہو (یعنی چوری کا مال منتقل ہونے کے قابل ہو)۔
- شرعاً مال متقوم ہو (یعنی قیمت رکھنے والا مال ہو)۔
- مال محرز ہو (جو مال حفاظت میں ہو)۔
- بقدر نصاب ہو (یعنی جس مال پر نصاب پورا ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ واجب ہو)۔ (التشریع الجنائی 2/543)

یعنی وہ مال جس کو اٹھانے کی طاقت رکھتے ہوئے قیمتی بھی ہو اور جس کے بیچنے پر فائدہ بھی ہو سکے اور چوری کرتے وقت وہ مال کھلا ہو، کسی باڑ یا تالا شدہ مکان یا چوکیدارہ میں نہ ہو، ان میں سے اگر ایک شرط نہ پائی گئی تو حد ساقط ہو جائیگی۔

- حاکم کو یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ چوری کا مال ایسا مال غنیمت نہ ہو جس میں چور کا بھی حصہ تھا یا مال بیت المال کا نہ ہو۔ اس لیے کہ بیت المال میں سارق کا بھی حصہ ہے۔

حضرت علیؓ نے مال خمس (زمین سے نکلے ہوئے خزانہ اور مال غنیمت) میں چوری کرنے والے کے لیے ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ نہیں فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ اسمیں اسکا بھی حصہ ہے۔

- جبر کی صورت میں بھی سارق کا فعل موجب حد نہیں متصور ہوگا۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ۔ 5/155)

شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں

شریعت اسلامیہ کا عام قاعدہ ہے کہ شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں تاہم اس قاعدہ کا کلی اطلاق تعزیرات پر نہیں ہوتا۔

علامہ فرید وجدی لکھتے ہیں کہ علمائے اسلام نے فرمایا ہے کہ قاضی کو تو اس بات کی طرف مائل کیا گیا ہے کہ وہ حد کو دفع کرنے کے لیے راستے پیدا کرے۔ جدید قانون میں بھی شک کا فائدہ ملزم کو بطور استحقاق حاصل ہے۔ ملک کی اعلیٰ عدالتوں کے نظام اس اصول کو بطور قانون پیش کرتے ہیں۔

تعزیر کی تعریف اور اسکی سزا کا شرعی تعین

کسی گناہ پر بغرض تادیب جو سزا دی جاتی ہے اس کو تعزیر کہتے ہیں شارع نے اس کے لیے کوئی مقدار معین نہیں کی ہے بلکہ اس کو قاضی کی رائے پر چھوڑا ہے جیسا موقع ہو اس کے مطابق عمل کرے تعزیر کا اختیار صرف بادشاہ اسلام ہی کو نہیں بلکہ شوہر بیوی کو، آقا غلام کو، ماں باپ اپنی اولاد کو، استاد شاگرد کو تعزیر کر سکتا ہے۔ (ردالمحتار وغیرہ) تعزیر دینے کی بعض صورتیں یہ ہیں:

قید کرنا، کوڑے مارنا، گوشمالی کرنا (کانوں کو مروڑنا)، ترش روئی سے اس کی طرف غصہ کی نظر کرنا۔

اجرائے حد میں شک کا فائدہ

شک وشبہ کی حالت میں حد کا اجراء نہیں ہوسکتا مثلاً ممکن ہے کہ یہ شک وشبہ شرعی احکام کو مقدمہ کے خاص حالات سے متعلق کرنے یا شہادت کی نوعیت یا ملزم کی دماغی حالت کی نسبت پیدا ہو۔

اگر کسی مسلّم حکم کے مقابلہ میں جو کہ کسی خاص فعل کو قابل اجرائے حدود قرار دیتا ہو اور اس میں کوئی ظاہری ضعیف حکم بھی پایا جائے تو وہ بطور شبہ متصور ہو کر مانع اجرائے حد قرار پائیگا۔ اگرچہ خود ملزم کو اس بارہ میں کوئی شبہ نہ رہا ہو۔

اگر ملزم کو احکام شریعت میں ایسی صورت میں بھی غلط فہمی واقع ہوئی جس میں ایسی غلط فہمی کی کوئی وجہ نہ تھی اور اس نے حقیقی طور سے یہ باور کیا کہ جو کچھ وہ کر رہا تھا وہ جرم نہ تھا تب بھی اس پر حد جاری نہ کی جائیگی۔

مقدمات زنا میں بعض فقہاء نے اس حد تک مبالغہ کیا ہے کہ وہ زنا کے عمل کو دیکھنے والوں کو اطلاع یا شہادت نہ دینے کی صلاح دیتے ہیں۔ اگرچہ انکی شہادت قابل قبول ہوگی اگر وہ گواہی دینا چاہیں بشرطیکہ وہ عادل ہوں۔

اس جرم کے متعلق شریعت کی مصلحت یہ ہے کہ سزا اُنہی مجرموں کو ملنی چاہیے جو تہذیب عام کی خلاف ورزی کر کے اپنے معاصی کا عام طور سے اظہار کرتے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اسکے ثبوت کے لیے چار ایسے مردوں کی ضرورت ہے جنہوں نے اس عمل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ اول تو ایسے چار آدمیوں کا ملنا ہی مشکل ہے، اگر وہ مل جائیں تو قاضی کو ہدایت ہے کہ وہ ان کی شہادت نہایت غور سے جانچ کرے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ ان کو کوئی دھوکہ تو نہیں ہوا اور انکو اپنی شہادت سے رجوع کرنے کا موقع دے۔ مزید برآں اگر گواہوں نے فوراً حاضر ہو کر گواہی دینے میں تعویق کی تو یہی واقعہ شبہ پیدا کرنے کے لیے کافی قرار دیا گیا ہے۔

(اصول فقہ اسلام ص403-404، جسٹس سر عبدالرحیم)

urdu JUNE.indd 10 6/12/11 12:15 PM

معراج کا تحفہ

صفات عالم محمد زبیر تیمی (کویت)

مکہ کے پرآشوب ماحول میں دعوتِ محمدیہ کی کشتی ہچکولے کھا رہی تھی، محسن انسانیت ہر طرف سے کفارِ قریش کے نرغے میں تھے، حضرت خدیجہؓ اور ابوطالب کی وفات نے مزید غم والم کو دوآتشہ کر دیا تھا۔ ایسے ہمت شکن ماحول میں اللہ تعالی نے اپنے نبی کی دادرسی کی اور اسراء ومعراج جیسے عظیم معجزے سے نوازا۔ حضور پاک ﷺ کو آپ کے جسم مبارک سمیت بُراق پر سوار کر کے حضرت جبریل علیہ السلام کی معیت میں مسجد حرام سے بیت المقدس تک سیر کرائی گئی۔ اس کے بعد اسی شب آپ کو بیت المقدس سے آسمانِ دنیا پر، پھر وہاں سے یکے بعد دیگرے ساتویں آسمان پر لے جایا گیا، اس کے بعد آپ سدرۃ المنتہی تک لے جائے گئے، پھر آپ کے لیے بیت معمور کو ظاہر کیا گیا۔ اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو مالک عرش بریں کے دربار میں پہنچا دیا، آپ اللہ تعالی سے اتنے قریب ہوئے کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت اعلی وارفع اور گرانقدر تحفہ دیا، یعنی پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورے سے اس میں تخفیف کرایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں باقی رکھیں، اس کے بعد پکارا گیا: ''اے محمد! میرے پاس بات بدلی نہیں جاتی، ان پانچ نمازوں کا ثواب پچاس نمازوں کے برابر ہوگا''۔ (بخاری 7517 مسلم 162)

جو چیز جس قدر اہمیت رکھتی ہے اسی قدر اس کے لیے اہتمام کیا جاتا ہے، ذرا غور کیجئے کہ روزہ کا حکم فرش پر اُترا، زکاۃ کا حکم فرش پر اُترا، حج کا حکم فرش پر اُترا اور شریعت کے سارے احکام فرش پر اُتارے گئے لیکن نماز کا تحفہ دینے کے لیے ربِ کائنات نے اپنے حبیب کو عرش پر بلایا۔ کیوں؟ نماز کی عظمت، اہمیت اور انفرادیت کے اظہار کے لیے کہ یہ ایک مسلمان کی پہچان، حصولِ جنت کا ذریعہ اور رضائے الٰہی کا وسیلہ ہے۔

☆ نماز کلمۂ شہادت کے اقرار کے بعد اسلام کا دوسرا بنیادی رکن ہے، جو امیر وغریب، بوڑھے اور جوان، مرد وعورت، بیمار وتندرست سب پر یکساں فرض ہے۔ کسی بھی حالت میں معاف نہیں۔ حتی کہ ایک مریض اگر کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھے گا، اگر بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا تو پہلو پر لیٹ کر پڑھے گا، اگر اس سے بھی عاجز ہو تو اشارے سے پڑھے گا۔ (بخاری 1057) خلاصہ یہ کہ جب تک عقل ساتھ دے رہی ہو ترکِ نماز کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔ ہاں! ایک عذر ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس عذر سے مردوں کو عافیت بخشی ہے اور وہ ہے حیض ونفاس کا خون۔

وفد طائف کے سردار نے جب قبول اسلام کے وقت اپنے وفد کے ہمراہ آپ ﷺ سے ترکِ نماز کی درخواست کی تھی تو آپ نے انہیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا: **لاخیر فی دین لیس فیہ رکوع** (ابوداؤد 2635) ''اس دین میں کوئی خیر نہیں جس میں نماز نہ ہو''۔

☆ نماز ہمارے آقا کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی، جب آپ کو کسی طرح کی پریشانی لاحق ہوتی تو نماز کی طرف جلدی کرتے (ابوداؤد 1319) اور سیدنا بلال ؓ سے فرماتے **أرحنا بها يا بلال** (رواہ الدارقطنی فی العلل 615) ''بلال! اذان دو، تاکہ نماز کے ذریعہ راحت ملے''

ہمارے آقا نے سخت ترین لمحات میں بھی دشمنوں کے حق میں بددعا نہیں فرمائی، یہاں تک کہ اہل طائف جنہوں نے آپ کو لہولہان کر دیا تھا، ان کے حق میں بھی ہدایت کے کلمات کہے لیکن غزوۂ احزاب میں جب کفار نے آپ کو جنگ میں مشغول کر دیا اور آپ بروقت نماز ادا نہ کر سکے تو آپ نے آزردہ خاطری کے سبب ان کے خلاف بددعا فرمائی: ''اللہ ان کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے جس طرح انہوں نے ہمیں نماز عصر سے باز رکھا''۔ (بخاری 2729 مسلم 1002)

☆ کوئی ایسی عبادت نہیں جس کی ادائیگی کو ترک کرنے پر بچے کو مارنے کا حکم ہوا ہو سوائے نماز کے۔ چنانچہ پیارے نبی ﷺ نے فرمایا: ''اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور دس سال کی عمر میں نماز کی پابندی نہ کرنے پر ان کی پٹائی کرو''۔ (ابوداؤد 495 وصححہ الالبانی)

☆ قیامت کے دن حقوق اللہ میں سب سے پہلا سوال نماز کا ہوگا، اگر نماز درست نکلی تو سارے اعمال درست اور اگر نماز خراب نکلی تو سارے اعمال بیکار ہوں گے۔ (ترمذی 2616 وحسنہ الالبانی)

نماز کی اسی اہمیت کے پیش نظر آپ ﷺ نے اپنی امت کو ہمیشہ اور بار بار اس کی تاکید کی اور ان لوگوں سے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا جو نماز وں کے لیے حاضر نہیں ہوتے۔ ایک بار آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''جو لوگ جماعت میں حاضر نہیں ہوتے میرا خیال ہے کہ ان کے گھروں کو جلا کر خاکستر کر دوں''۔ (بخاری 612-6712 مسلم 1047)

حیات مبارکہ کے آخری ایام میں جبکہ آپ ﷺ شدید کرب سے دوچار تھے، لمحہ بہ لمحہ تکلیف بڑھتی جا رہی تھی، آپ کو ایسی نازک حالت میں بھی فکر ہے تو بس نماز کی، چنانچہ اپنے اصحاب کو وصیت فرما رہے ہیں: **الصلاة الصلاة وما ملكت أيمانكم** ''نماز..... نماز..... اور تمہارے زیردست''۔ (احمد 6/290 صححہ الالبانی)

حضرت عمر فاروق ؓ امامت فرما رہے تھے، آپ پر قاتلانہ حملہ ہوتا ہے، عبدالرحمن بن عوف ؓ کا ہاتھ پکڑ کر امامت کے لیے آگے بڑھا دیتے ہیں، آپ کو خاک وخون میں لت پت گھر لایا گیا، آپ پر غشی طاری ہوگئی تھی، جب افاقہ ہوا تو سب سے پہلے فرمایا: **هل صلى المسلمون ؟** '' کیا مسلمانوں نے نماز پڑھ لی''، حاضرین نے کہا: ہاں! امیر المؤمنین مسلمانوں نے نماز پڑھ لی۔ تب آپ نے فرمایا: **ها الله لاحظ في الاسلام لمن ترك الصلاة** ''اللہ کی قسم جس نے نماز ترک کر دی اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں''۔ (رواہ مالک فی المؤطا 51 وابن ابی شیبۃ فی الایمان 103)

پھر جب نماز کے لیے کھڑا ہونا چاہا تو زخم سے خون کے فوارے پھوٹنے لگے، آپ نے عمامہ منگوایا، اس سے اپنے سر کو باندھا پھر نماز ادا فرمائی۔ ظاہر ہے ایسی زندگی سے کیا فائدہ جس سے احکامِ الٰہی میں کوتاہی آجائے ؎

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

آج یہی نماز جو تحفۂ معراج تھی ہمارے بیچ ناقدری کی شکار ہے، اس کی عظمت سے اب تک ہماری اکثریت آگاہ نہ ہو سکی ہے، مؤذن پانچ وقت مسجد کے محراب سے نماز کے لیے بلاتا ہے لیکن ہماری اکثریت کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، ہم عشق رسولِ کے دعویدار ضرور ہیں لیکن نماز جو ہمارے آقا کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی ہمیں اس کی چنداں پرواہ نہیں۔ مساجد کی کمی نہیں لیکن نمازی ندارد ؎

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پُرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

urdu JUNE.indd 11 6/12/11 12:15 PM

محمد آصف ریاض (دہلی)
asif343@gmail.com

اور فرشتوں کی تشویش صحیح ثابت ہوئی

اللہ تعالی نے جب انسان کی تخلیق کا ارادہ کیا تو فرشتوں کو بتایا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔ یہ سن کر فرشتوں نے کہا کہ تو ایسے شخص کو کیوں پیدا کرتا ہے جو زمین میں فساد کرے اور خون بہائے؟ اور ہم تیری تسبیح، حمد اور پاکیزگی بیان کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے (سورہ البقرہ آیت 3)

فرشتوں نے جب آدم کی تخلیق کے بارے میں یہ تشویش ظاہر کی کہ وہ زمین میں فساد پھیلائے گا اور خون بہائے گا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر آدم کی فضیلت قائم کرنے کے لیے یہ کیا کہ آدم کو زمین پر موجود تمام چیزوں کے نام سے واقف کرادیا اور ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کر کے ان سے پوچھا کہ وہ ان اشیا کے نام بتائیں اگر وہ سچے ہیں؟ فرشتوں نے یہ کہہ کر اپنی معذوری ظاہر کی کہ ''ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا کہ ہمیں بتایا جاتا ہے''۔ اللہ نے آدم سے فرمایا: تم ان کے نام بتادو، جب انھوں نے بتادیا، تو فرمایا کہ میں نے تم کو پہلے ہی کہا تھا کہ زمین و آسمان کا غیب میں ہی جانتا ہوں اور میرے علم میں ہے جو تم ظاہر کر رہے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو''۔ (البقرہ)

آدم کے اندر اپنا کوئی کمال نہیں تھا۔ اللہ نے پیشگی طور پر انھیں وہ نام بتادیا تھا جسے آدم نے فرشتوں کے سامنے بیان کردیا۔ فرشتے اشیا کے نام نہیں بتا سکے کیوں کہ اللہ نے انھیں نہیں بتایا تھا۔

اللہ نے جب آدم کی تخلیق کی تو ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں سبھوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے اس نے تکبر کیا اور کافروں میں سے ہوگیا۔ اللہ نے اس سے پوچھا کہ تمہیں آدم کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا؟ ابلیس نے جواب دیا کہ اللہ نے آدم کو حقیر مٹی سے پیدا کیا جب کہ میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں۔ اللہ نے اس سے کہا کہ تو یہاں سے نکل جا۔ ابلیس نے معافی مانگنے کے بجائے یہ کہا کہ میں تیرے بندے کو ہر حال میں بہکاؤں گا اور تیری راہ سے لوگوں کو روکوں گا۔

آدم کی تخلیق سے پہلے دو کمیونیٹیاں بستی تھیں (1) فرشتے (2) جنات۔ ابلیس جنات کا سردار تھا۔

حیران کن بات یہ ہے کہ 'فرشتے اور جنات' دونوں نے آدم کی تخلیق کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور ان کی تخلیق کی مخالفت کی۔ البتہ دونوں نے اپنے ریجکشن کے حق میں مختلف جواز فراہم کئے۔ ابلیس نے کہا کہ آدم حقیر مٹی سے بنا ہے اس لیے ذلیل ہے۔ فرشتے نے کہا کہ یہ زمین پر فساد کرے گا اور خون بہائے گا۔ آدم کے تعلق سے شیطان کا معاملہ ذاتی انا کا معاملہ تھا۔ جب کہ فرشتوں کا معاملہ اصولی تھا۔ اللہ نے جب فرشتوں کے کنفیوژن کو دور کردیا تو فرشتوں نے فوراً آدم کی فضیلت تسلیم کرلی۔ ابلیس نے اپنے وعدہ کے مطابق آدم کو بہکایا اور جنت سے نکلوادیا۔ اور جب آدم زمین پر آبسے تو یہاں ان کی اولاد نے خون بہایا اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے، یعنی فرشتوں کی تشویش صحیح ثابت ہوئی اور ہو رہی ہے۔

انسان اپنے عمل سے خدا کو تکلیف پہنچا رہا ہے۔ اللہ نے فرشتوں اور ابلیس کی مخالفت کے باوجود انسان کی تخلیق کی اور اس سے یہ وعدہ لیا کہ وہ زمین پر خیر کا علمبردار بن کر رہے گا لیکن انسان یہاں آکر شر کا علمبردار بنا۔ شیطان نے کہا کہ یہ حقیر ہے تو انسان کو یہ ثابت کرنا تھا کہ اس کے متعلق شیطان کا اندازہ غلط تھا لیکن انسان خود کو پستی کے سمندر میں غرق کرتا جا رہا ہے اور شیطان کی بات کو صحیح ثابت کر رہا ہے۔ اسی طرح فرشتے نے کہا تھا کہ انسان خون خرابہ کرے گا تو انسان کو امن کا علمبردار بن کر یہ ثابت کرنا تھا کہ فرشتوں کا اندازہ غلط تھا لیکن انسان اپنے عمل سے فرشتوں کے اندازے کو صحیح ثابت کر کے اللہ کو تکلیف پہنچا رہا ہے۔ لیکن پھر بھی اللہ انسان کے ساتھ درگزر کا معاملہ کر رہا ہے۔ اس لیے کہ اس کی رحمت اس کے غضب پر بھاری ہے۔ لیکن یہ ہمیشہ نہیں چلے گا ایک دن انصاف کا قائم ہوگا اور اس روز انسان کو اپنے کئے پر پچتانا ہوگا۔

یہ کائنات اتفاقی نہیں ہے؟

آسمان سے پانی برستا ہے اور زمین سے پودا نکل آتا ہے! وہ پودا سورج سے توانائی حاصل کرتا ہے اور زمین سے پانی لے کر اپنے آپ کو ایک تناور درخت میں تبدیل کرلیتا ہے۔ کیا یہ سب اتفاقاً ہوجاتا ہے؟

آسمان پانی برساتا ہے اور انسان کو پانی کی طلب ہوتی ہے۔ زمین اناج اگاتی ہے اور انسان کو بھوک لگتی ہے، تو کیا یہ سب اتفاقی طور پر ہوتا ہے؟ اگر یہ مان لیا جائے کہ پانی کا برسنا ایک اتفاقی واقعہ ہے تو کیا پیاس کے احساس کا جاگ اٹھنا بھی اتفاقی واقعہ ہے؟

مان لیا جائے کہ زمین نے اتفاقی طور پر اناج پیدا کردیا تو کیا انسان کے اندر بھوک بھی اتفاقی طور پر پیدا ہوجاتی ہے؟ اگر زمین نے اتفاقی طور پر پھول کھلائے تو کیا انسان کے اندر خوشبو کی طلب اور پھولوں کی چاہت بھی اتفاقاً پیدا ہوگئی؟

مرد و خواتین کی تخلیق اگر اتفاقی ہے، تو کیا دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی چاہت کا پیدا ہوجانا بھی ایک اتفاقی واقعہ ہے، اور پھر دونوں کے ملاپ سے ایک نئی تخلیق کا وجود میں آجانا بھی اتفاقی نتیجہ کہلائے گا؟ نہیں، بالکل نہیں۔ جو لوگ بھی یہ بتاتے ہیں کہ زمین اور آسمان کا وجود اتفاقی ہے، در اصل وہ جاہل ہیں، وہ کائنات کو ایک اتفاقی وجود بتا کر خود اپنی جہالت کا اعلان کرتے ہیں۔

کائنات میں جو تنظیم کاری (Design) ہے وہ بتاتی ہے کہ یہاں ہر چیز منصوبہ کے تحت بنائی گئی ہے۔ انسان کی ناک ہمیشہ پیشانی کے نیچے کیوں ہوتی ہے؟ اس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی کیوں ہوتی ہیں؟ انسان کے کان کی بناوٹ ایسی کیوں ہے کہ کوئی چیز اڑ کر اس کے اندر نہ چلی جائے؟ وہ سیدھی اور سپاٹ کیوں نہیں ہوتی؟ وہ نہایت حفاظتی منصوبہ کے تحت کیوں بنائی جاتی ہے؟ کیا یہ سب اتفاقی طور پر ہوجاتا ہے؟ اگر یہ تمام واقعات اتفاقی طور پر ہوجاتے ہیں تو کبھی ایسا بھی ہونا چاہئے تھا کہ کسی انسان کی آنکھیں پیشانی کے نیچے ہوتیں اور کسی کی ناک کے اوپر! کسی انسان کا دماغ اس کے سر کے اندر ہوتا اور کسی کا اس کے گھٹنے کے اندر؟ لیکن ایسا کیوں ہے کہ جسم کے تمام اعضاء لاکھوں سالوں سے ایک متعینہ مقام پر ہی وجود میں آرہے ہیں!

یہ واقعہ بتا رہا ہے کہ کائنات کی ہر چیز اللہ کے گریٹر اسکیم کے تحت وجود میں آرہی ہے، اور زمین پر انسانوں کا آباد ہونا بھی اسی گریٹر منصوبہ کا حصہ ہے۔ اللہ نے آدم کو جنت سے نکال کر ایک مخصوص مدت کے لیے زمین پر بسایا ہے تاکہ وہ اس کی آزمائش کرلے۔ آزمائش کی گھڑی ختم ہوتے ہی وہ تمام مخلوقات کو ختم کردے گا اور پھر سب کو زندہ کر کے فیصلے کا دن قائم کرے گا۔ اس دن جو لوگ کامیاب ہوں گے وہ آسائش و آرام میں ہوں گے۔ انھیں کوئی غم اور ملال نہ ہوگا۔ ان سے کہا جائے گا کہ وہ ہمیشہ کے لیے جنت، امن کے مقام میں داخل ہوجائیں۔ اس کے برعکس امتحان میں ناکام ہونے والوں سے کہا جائے گا کہ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، جہاں انھیں عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ میں ''ہمیشہ کے لیے رونا اور دانت پیسنا ہوگا''۔

urdu JUNE.indd 12 6/12/11 12:15 PM

مفلس کون ؟

ابوالحسن عمری (کویت)

اسلام نماز، روزہ، زکوۃ حج وغیرہ زبانی، جسمانی، مالی عبادتوں کے ذریعہ انسان کے دل میں خشیت الٰہی اور تقوی کی کیفیت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ انسان میں نیکی، شرافت، عدل وانصاف، ایثار وہمدردی اور محبت و بھائی چارگی جیسے اعلی اوصاف پیدا کرنا چاہتا ہے اور اسی اعلی کردار کو امت مسلمہ کی فتح کا ضامن قرار دیتا ہے، چنانچہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: **المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده و المهاجر من هجر ما نهى الله عنه** (متفق علیہ) ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔''

کہنے کو تو ہر وہ شخص مسلمان ہے جس نے کلمۂ شہادت پڑھ کر توحید ورسالت محمدیہ کا اقرار کیا، لیکن کامل مسلمان وہ ہے جس کا کردار اتنا بلند ہو کہ اس کی زبان یا ہاتھ سے کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

''(یاد رکھو) سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں پس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کر دیا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے، اے ایمان والو! کوئی جماعت کسی دوسری جماعت سے مسخراپن نہ کرے ممکن ہے کہ یہ اس سے بہتر ہو، اور نہ عورتیں عورتوں سے، ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں، اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ کسی کو برے لقب دو، ایمان کے بعد فسق برا نام ہے اور جو توبہ نہ کریں وہی لوگ ظالم ہیں''۔

(الحجرات:10،11)

معاشرے میں ایک ساتھ رہتے ہوئے رنجشیں بھی ہوتی ہیں کسی کی طرف سے کوئی زیادتی بھی ہو جاتی ہے اور بعض اوقات زیادتی کرنے والے کو اپنی زیادتی کرنے کا احساس بھی ہوتا ہے، ایسی حالت میں صاحبِ ایمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے بھائی کی معافی قبول کرے اور اسے دل سے معاف کر دے، قرآن مجید میں ہے:

''اور اگر تم معاف کر دو اور درگزر کر جاؤ اور بخش دو تو اللہ تعالی بخشنے والا مہربان ہے''۔ (التغابن:14)

دو بچھڑے ہوؤں کو ملا دینا اور دو آدمیوں کی آپس میں صلح کرا دینا اس کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ایک اچھے معاشرے کے لیے کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے ایک روز صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''کیا تم کو ایسی بات نہ بتا دوں جس کا درجہ نفل روزے اور نماز سے بھی بڑھ کر ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا: جی ہاں! بتایا جائے، آپ ﷺ نے فرمایا: باہم مصالحت کرا دینا، اور فرمایا آپس کا بگاڑ دین کو مونڈ دینا ہے۔ یعنی دین کی برکتیں اور اثرات ختم ہو جاتے ہیں''۔

(ابوداؤد، ترمذی)

معاشرے میں سلام کا عام چلن بھی شریعت کی ان ہدایات میں سے ہے جس سے آپس میں بہتر تعلقات اور محبت ویگانگت کو فروغ ہوتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم ایمان کے بغیر جنت میں داخل نہ ہو سکو گے اور باہمی محبت کے بغیر تمہیں ایمان حاصل نہیں ہو سکتا کیا تمہیں ایسی بات نہ بتا دوں جو تمہارے درمیان محبت کا باعث ہے سنو! آپس میں خوب سلام کیا کرو۔'' (مسلم)

سلام تعلقات کو توڑنے اور دلوں میں کینہ اور دشمنی کو ہوا دینے والے عناصر کی بیخ کنی کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

''اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو، یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور بھید نہ ٹٹولا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی۔'' (الحجرات:13) یعنی دوسرے کے بارے میں رائے قائم کرتے وقت ہمیشہ بدگمانی ہی سے ابتداء نہ کرو، اگر ظاہری طور پر ایک شخص نیک اور شریف ہے تو کیا وجہ ہے کہ ہم اس کے بارے میں بری رائے قائم کریں، اور اگر کسی شخص کے قول اور فعل میں برائی اور بھلائی دونوں کا احتمال ہو تو کیا وجہ ہے کہ ہم برائی کے پہلو کو ترجیح دیں، بلکہ حکم یہاں تک ہے کہ تم لوگوں کی نجی زندگی میں جھانکنے اور ٹوہ لگانے کی کوشش مت کرو، اور بتاؤ اگر اللہ تمہاری ٹوہ میں لگ جائے اور تمہیں ذلیل ورسوا کرنے پر اڑ جائے تو کونسی ایسی طاقت ہے جو تمہیں اس ذلت سے بچائے؟ چنانچہ ایک اچھے مسلمان کا شیوہ یہ ہو کہ اگر کسی کی خامی، کوتاہی اس کے علم میں آ جائے تو اس کی پردہ پوشی کرے، نہ اسے لوگوں کے سامنے بیان کرے اور نہ ہی جستجو کر کے عیب تلاش کرے، کیا ہمیں یہ پسند نہیں کہ اللہ ہماری ستر پوشی کرے اور ہمیں معاف کرے!!

عرض مدعا یہ ہے کہ بندوں کے حقوق جن کا تعلق معاشرتی زندگی کے ساتھ ہے عبادت سے کم درجہ نہیں رکھتے بلکہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کا درجہ اور عمل کے لحاظ سے ان کا مرتبہ برابر ہے۔ اگر ہم عبادت کے پابند ہیں لیکن عبادت کے آثار بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی صورت میں زندگی کے دوسرے شعبوں میں نظر نہیں آئے تو ہمیں یقین کرنا چاہیے کہ یہ عبادتیں آخرت میں بھی ہمارے کام نہیں آسکیں گی، جب ان سے ہماری موجودہ زندگی متاثر نہیں ہوتی ہے اور ہمارے عادات و اطوار، اخلاق نہیں سدھرتے تو اخروی زندگی کیسے کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہو سکتی ہے ..؟ اسی حقیقت کو عیاں کرتے ہوئے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بتاؤ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے جواب دیا : ہمارے معاشرے میں مفلس اسے کہا جاتا ہے جس کے پاس دینار و درہم اور سامانِ عشرت نہ ہو، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: حقیقت میں مفلس تو وہ ہے جو قیامت کے دن روزہ، نماز، اور زکوۃ لے کر آئے گا مگر اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کا مال ہڑپ کیا ہوگا، کسی پر الزام لگایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا، تو اس کے بدلے میں اس کی نیکیاں ان مظلوموں کو دے دی جائیں گی، جب اس کے پاس کچھ نہیں بچے گا تو ان سب کا گناہ اس پر ڈال دیا جائے گا، نتیجتاً وہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا''۔ (مسلم)

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہم سب کو امن واخوت، عدل و محبت کا پیکر بنائے ۔ آمین!

urdu JUNE.indd 13 6/12/11 12:15 PM

عقل وشعور.....انسان کا طرۂ امتیاز

افادات: شیخ سعود بن ابراہیم الشریم

رب العالمین نے اولاد آدم کو اپنی تمام مخلوقات پر فضیلت دی اور اسے لامتناہی نعمتوں سے مالا مال کیا۔ان تمام نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت عقل ہے جس کے ذریعہ انسان خیر وشر، نیکی و بدی اور نفع ونقصان میں فرق کرسکتا ہے۔ دانا عقل کو انہی اغراض کے لیے استعمال کرتے ہیں جن کے لیے وہ عطا کی گئی ہے، اگر انسان عقل کھو دے تو وہ حیوانات جیسا تصرف کرنے لگتا ہے،اس میں اور حیوانات میں کوئی فرق نہیں رہتا، بلکہ حیوانات بسا اوقات انسان سے بہتر نظر آتے ہیں۔

لیکن صدحیف مسلم معاشرے میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنی عقل سے صحیح کام نہیں لیتے، چنانچہ نفس پرستی اور شہوت پرستی ان پر غالب آجاتی ہے۔یہی رویہ دیگر لوگوں میں اس طرح دیکھا جاتا ہے کہ وہ شراب پیتے ہیں یا کئی قسم کی منشیات کا استعمال کرتے ہیں،ایسی نشہ آور چیزیں استعمال کرتے ہیں جن سے عقل پر پردہ پڑجاتا ہے، نشے میں انسان کو خود اپنے نفس پر بھی قابو نہیں رہتا، وہ اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے،اس کے زندہ رہتے ہوئے اس کے بچے یتیم ہوجاتے ہیں اور اس کی زندگی ہی میں اس کی بیوی بیوہ ہو جاتی ہے۔ وہ نشے میں اپنے گرد ونواح میں بدامنی اور بدعنوانیاں پھیلاتا ہے اور کنبے پر بوجھ بن جاتا ہے۔

جو قوم اپنے فرزندوں کی عقل ودانش کا دفاع نہ کرسکے وہ بالآخر تباہ ہوجاتی ہے،واقعۂ اسراء کے متعلق اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ''مجھے دو برتن دیئے گئے ایک میں دودھ اور دوسرے میں شراب تھی ،مجھ سے کہا گیا کہ تم جو چاہو لے لو، میں نے دودھ والا برتن لے لیا اور پیا، پھر مجھ سے کہا گیا کہ تم نے فطرت کی ہدایت پالی، اگر تم نے شراب والا برتن لیا ہوتا تو تمہاری امت گمراہ ہوجاتی''۔

ابن جریرؒ کی ایک روایت ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا:''یہ تمہاری امت پر حرام کی جائے گی۔اگر تم نے اس میں سے پی لیا ہوتا تو تمہاری امت میں بہت کم لوگ داخل ہوتے''۔حضرت جبرائیل علیہ السلام کے قول کا مطلب یہ ہے کہ حقیقی امت اسلامیہ شراب نوشی نہیں کرے گی اور نہ شرابی کا اتباع کرے گی، نہ اس کی اطاعت کرے گی چاہے وہ شراب پینے والا نبی ہی کیوں نہ ہوں۔ایک امت میں دودھ اور شراب ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے کیونکہ فطرت اور خمر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ صحیح فطرت بلا شراب ہی ظاہر ہوتی ہے۔شراب جاہلیت میں فخر کی بات شمار کی جاتی تھی لیکن اسلام نے اسے قطعی طور پر حرام کردیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے ایمان والو! شراب، جوا، آستانے (جہاں پر غیر اللہ کی نذر ونیاز دی جاتی ہو) اور فال گیری یہ سب گندے شیطانی کام ہیں ان سے بچو تا کہ تم فلاح پاسکو''

شراب کو دشمنان اسلام نے تمام انسانی معاشروں میں پھیلا دی ہیں تا کہ وہ مسلم افراد کے اعضا کو مفلوج کردیں اور لوگ اپنے دین سے غافل ہو جائیں۔ ہماری قوم کی ایک اچھی خاصی تعداد شراب اور منشیات کی رسیا بن کر اپنی جانیں ضائع کررہی ہے، وہ اس خبیث عادت کے نتیجے میں اپنی قبریں اپنے ہاتھوں کھود رہے ہیں، وہ اپنی زندگی ہی میں مردہ ہوگئے ہیں کیونکہ جس بدن میں عقل باقی نہ رہی ہو وہ مردہ ہی ہوتا ہے۔

اپنے بچوں کو وقت کی قیمت کیسے سکھائیں؟



بچے اگر وقت برباد کرتے ہوں تو انہیں وقت کی قیمت سمجھانے کے لیے اپنے ہاتھ میں ایک دینار لیں،(خیال رہے کہ دینار فرضی ہو اصلی نہ ہو) پھر اپنے بچوں کو بلائیں اور ان کے سامنے اس میں آگ لگادیں۔ بچے چلائیں گے کہ ''امی! ایسا مت کرو، امی! ایسا کرنا حرام ہے، آپ دینار کیوں جلا رہی ہیں، اس سے مٹھائیاں خرید سکتے تھے، اچھا کھلونا لے سکتے ہیں، ابو کو معلوم ہوگا تو غصہ ہوں گے، میں ابو کو بول دوں گا''۔ یہ عمل ہی کچھ ایسا ہے کہ آپ کے بچوں اور بچیوں کی پریشانی قابل دید ہوگی۔ اب آپ ان سے کہیں ''بچو! تم سب کو ایک دینار جلنے پر اتنا افسوس ہے، لیکن جانتے ہو تم لوگ ٹیلیویژن، انٹرنیٹ اور کھیلوں میں کتنے دینار ضائع کررہے ہو، کیا معلوم نہیں کہ وقت ضائع کرنے کی وجہ سے تمہارے دینار ضائع ہورہے ہیں، جانتے ہو! یہ عمر اللہ کی امانت ہے جس کی بابت کل قیامت کے دن تم سے پوچھ گچھ ہوگی، اس لیے آج سے عہد کرو کہ ہم وقت ہرگز برباد نہ کریں گے۔ ہوم ورک میں لگ جاؤ، اچھی کتابیں پڑھو، تا کہ اچھا سے اچھا انسان بن سکو''۔

انمول موتیاں



- بہتر عمل بہتر گفتگو سے افضل ہے۔
- تمنائیں بغیر محنت وپریشانی کے برنہیں آتیں۔
- انسان صحیح راستے پر پچھوا بن کر رہے اس سے بہتر ہے کہ وہ غلط راستے پر ہرن بن کر رہے۔
- علم سیکھنے والے تو بہت پائے جاتے ہیں لیکن تہذیب یافتہ بہت کم ہیں۔
- جس چیز کو ہم ''بڑی'' سمجھتے ہیں اس کی شروعات ایک سوچ اور ''چھوٹی'' چیز سے ہوئی۔
- کسی حکیم انسان کے ساتھ معمولی گفتگو یا مختصر مباحثہ ایک ماہ کے مطالعہ کے برابر ہے۔
- ناکامی کی کنجی یہ ہے کہ ہر اس شخص کو راضی کرنے کی کوشش کرو جسے تم جانتے ہو
- کامیابی ہی سب کچھ نہیں ہے بلکہ کامیابی کی خواہش سب کچھ ہے۔
- ہم مدرسے میں پہلے سبق سیکھتے ہیں پھر ہمارا امتحان سے سامنا ہوتا ہے جبکہ زندگی میں پہلے امتحان کا سامنا کرتے ہیں پھر اس سے سبق سیکھتے ہیں۔
- اپنی ذات سے مقابلہ دنیا کے سارے مقابلوں سے افضل ہے اور جب انسان اپنی ذات سے مقابلہ کرتا ہے تب اس میں ترقی ہوتی ہے۔لہذا آج کا دن ایسا نہ رہے جیسا کل کا دن تھا اور کل (آئندہ) کا دن ایسا نہ رہے جیسا آج کا دن ہے۔
- جس کے اندر تحمل وبرداشت کی طاقت ہے وہی آخر میں کماتا ہے۔

urdu JUNE.indd 14 6/12/11 12:15 PM

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

چوہدری محمد اعظم (کویت)
machoudhry675@hotmail.com

خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی ﷺ کا تعلق قریش کے معزز قبیلے سے تھا۔ والد عفان کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ سلسلۂ نسب عبدالمناف پر رسول اللہ ﷺ سے جاملتا ہے۔ حضرت عثمان ذوالنورین ﷺ کی نانی نبی پاک ﷺ کی پھوپھی تھیں۔

آپؓ کا نام عثمانؓ اور لقب ''ذوالنورین'' ہے۔ اسلام قبول کرنے والوں میں آپؓ ''السابقون الاولون'' کی فہرست میں شامل تھے، آپؓ نے خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دعوت پر اسلام قبول کیا تھا۔ طبقات ابن سعد کے مطابق آپؓ نے چوتھے نمبر پر اسلام قبول کیا۔ حضور ﷺ پر ایمان لانے اور کلمۂ حق پڑھنے کے جرم میں حضرت عثمان غنیؓ کو ان کے چچا حکم بن ابی العاص نے لوہے کی زنجیروں سے باندھ کر دھوپ میں ڈال دیا، کئی روز تک علیحدہ مکان میں بند رکھا گیا، چچا نے آپؓ سے کہا کہ جب تک تم نئے مذہب (اسلام) کو نہیں چھوڑو گے آزاد نہیں کروں گا۔ یہ سن کر آپؓ نے جواب میں فرمایا کہ چچا! اللہ کی قسم میں مذہب اسلام کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا اور اس ایمان کی دولت سے کبھی دستبردار نہیں ہوں گا۔

حضرت عثمان غنی ﷺ اعلیٰ سیرت و کردار کے ساتھ ثروت و سخاوت میں بھی مشہور تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ہر نبی کا ساتھی و رفیق ہوتا ہے میرا ساتھی ''عثمانؓ'' ہوگا۔ حضرت عثمان ﷺ کے دائرہ اسلام میں آنے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے کچھ عرصہ بعد اپنی صاحب زادی حضرت رقیہؓ کا نکاح آپؓ سے کر دیا۔ جب کفار مکہ کی اذیتوں سے تنگ آکر مسلمانوں نے نبی کریم ﷺ کی اجازت اور حکم الٰہی کے مطابق ہجرت حبشہ کی تو حضرت عثمانؓ بھی مع اپنی اہلیہ حضرت رقیہؓ حبشہ ہجرت فرما گئے، مگر جب یہ غلط افواہ پھیلی کہ کفار قریش مسلمان ہوگئے ہیں اور حالات سازگار ہوگئے ہیں تو دوسرے مسلمانوں کی طرح حضرت عثمان غنیؓ بھی واپس آگئے۔ جب ہجرت مدینہ کا حکم ہوا تو حضرت عثمانؓ اپنے اہل و عیال کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لے گئے، وہاں بھی آپؓ نے تجارت کی اور کامیاب تاجر ثابت ہوئے۔ ان دنوں مدینہ منورہ میں پانی کی قلت تھی جس پر حضرت عثمانؓ نے نبی پاک ﷺ کی اجازت سے پانی کا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف فرمایا۔ غزوۂ بدر میں حضرت رقیہؓ کی علالت کے سبب نبی اکرم ﷺ کی اجازت سے نہ جاسکے۔ غزوۂ احد اور خندق میں شریک ہوئے۔ جب حضرت رقیہؓ کا انتقال ہوا تو پیارے آقا ﷺ نے دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کو آپ کی زوجیت میں دے دی۔ اس طرح آپؓ کا لقب ''ذوالنورین'' معروف ہوا۔

جب رسول اکرم ﷺ نے زیارت خانہ کعبہ کا ارادہ فرمایا تو حدیبیہ کے مقام پر یہ علم ہوا کہ قریش مکہ آمادۂ جنگ ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے حضرت عثمان غنی ﷺ کو سفیر بنا کر مکہ بھیجا۔ قریش مکہ نے حضرت عثمانؓ کو روکے رکھا تو افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان غنی ﷺ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس موقع پر چودہ سو صحابہؓ سے نبی اکرم ﷺ نے بیعت لی کہ حضرت عثمانؓ کا قصاص لیا جائے گا۔ یہ بیعت تاریخ اسلام میں ''بیعت رضوان'' کے نام سے معروف ہے۔ قریش مکہ کو جب صحیح صورت حال کا علم ہوا تو آمادۂ صلح ہوگئے اور حضرت عثمانؓ واپس آگئے۔

غزوۂ تبوک میں جب رسول اللہ ﷺ نے مالی اعانت کی اپیل فرمائی تو حضرت عثمان غنی ﷺ نے تیس ہزار فوج کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ داری لے لی۔

رسول اکرم ﷺ کے ''حجۃ الوداع'' کے موقع پر حضرت عثمانؓ ہمراہ تھے۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کی مجلس مشاورت کے اہم رکن تھے۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کا وصیت نامہ آپؓ نے ہی تحریر فرمایا۔

دینی معاملات پر آپؓ کی رہنمائی کو پوری اہمیت دی جاتی۔ حضرت عثمانؓ صرف کاتب وحی ہی نہیں تھے بلکہ قرآن مجید آپ کے سینے میں محفوظ تھا۔ آیات قرآنی کے شان نزول سے خوب واقف تھے۔ بطور تاجر دیانت و امانت آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ نرم خو تھے اور فکر آخرت ہر دم پیش نظر رکھتے تھے۔ نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے عثمانؓ کی حیا سے فرشتے بھی شرماتے ہیں، تبلیغ و اشاعت اسلام کے لیے فراخ دلی سے دولت صرف فرماتے۔

عام طور پر دن کو روزہ رکھتے، رات ریاضت و عبادت میں گزارتے۔ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے۔ یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں کی مسلسل خبر گیری فرماتے۔ ابن عساکر نے زید بن ثابتؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس سے جب عثمانؓ گزرے تو میرے پاس فرشتہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس فرشتہ نے کہا کہ یہ شہید ہیں ان کو قوم شہید کر دے گی مجھے ان سے شرم آتی ہے''۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت عثمانؓ ہمارے پاس آتے تو اللہ کے نبی ﷺ اپنے لباس کو درست فرما لیتے اور فرماتے تھے کہ اس سے کس طرح شرم نہ کروں جس سے فرشتے بھی شرم کرتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عثمانؓ اللہ تعالیٰ تجھے خلافت کی قمیص پہنائیں گے، جب منافق اسے اتارنے کی کوشش کریں تو اسے مت اتارنا یہاں تک کہ تم مجھے آملو۔ چنانچہ جس روز آپؓ کا محاصرہ کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ مجھے حضور ﷺ نے عہد لیا تھا (کہ منافق خلافت کی قمیص اتارنے کی کوشش کریں گے تم نہ اتارنا) اس لیے میں اس پر قائم ہوں اور صبر کر رہا ہوں۔

35ھ میں ذی قعدہ کے پہلے عشرہ میں باغیوں نے حضرت عثمان ذوالنورین کے گھر کا محاصرہ کیا اور آپؓ نے صبر اور استقامت کا دامن نہیں چھوڑا، محاصرہ کے دوران آپؓ کا کھانا اور پانی بند کر دیا گیا تقریباً چالیس روز بھوکے پیاسے 82 سالہ مظلوم مدینہ حضرت عثمان ﷺ کو جمعۃ المبارک 18 ذوالحجہ کو انتہائی بے دردی کے ساتھ روزہ کی حالت میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے شہید کر دیا گیا۔

حضرت عثمان ﷺ کی زریں اصول:

☆ غم دنیا ایک تاریکی ہے اور غم آخرت دل میں ایک نور ہے۔ تارک دنیا اللہ کا، تارک گناہ فرشتوں کا، تارک طبع مسلمانوں کا محبوب ہوتا ہے۔

☆ چار چیزیں بے کار ہیں:

(1) وہ علم جو بے عمل ہو (2) وہ مال جو خرچ نہ کیا جائے (3) وہ زہد جس سے دنیا حاصل کی جائے (4) وہ لمبی عمر جس میں سامان آخرت کچھ نہ کیا جائے۔

☆ مجھے دنیا میں تین باتیں پسند ہیں:

(۱) بھوکوں کو کھانا کھلانا (۲) ننگوں کو کپڑا پہنانا (۳) قرآن مجید خود پڑھنا اور دوسروں کو پڑھانا۔

(بقیہ صفحہ 9 پر)

urdu JUNE.indd 15 6/12/11 12:16 PM

غیر مسلموں کے شبہات اور ان کے جوابات

پروفیسر عمر حیات خاں غوری

عورت اور مرد کی وراثت میں فرق

سوال : اسلام میں عورت کو مرد کے برابر وراثت میں حصہ نہیں ملتا کیا یہ ظلم نہیں ہے؟

جواب : یہ اعتراض صدیوں سے یورپ کے عیسائی کرتے رہے ہیں اور یورپی لٹریچر پڑھنے والے غیر مسلم بھائی بھی اس اعتراض کو دہرایا کرتے ہیں کہ اسلام ترکہ میں سے بھی عورت اور مرد کو مساوی حصہ نہیں دلاتا۔ یہ لوگ اعتراض اس اسلام پر کرتے ہیں جو عورت کو دس مختلف حیثیتوں سے وراثت میں حصہ دیتا ہے۔ اسلام کے قانون وراثت میں عورت بیوی، ماں، دادی، بیٹی، پوتی، بہن، باپ شریک بہن، ماں شریک بہن، خالہ اور پھوپھی کی مختلف حیثیتوں وراثت میں حصہ پاتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ مہر کی کلی طور پر مالک ہوتی ہے اور ہر اس رقم کی جو اسے باپ، بھائی اور شوہر کی جانب سے دی جائے۔ پھر اگر وہ اسلامی حدود کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی ذریعۂ معاش اختیار کرے تو اس آمدنی کی بھی مالک ہوتی ہے۔ وہ اگر اس سرمایہ کو کاروبار میں لگائے تو اس کے نفع کی بھی مستحق ہوتی ہے۔ اس کی اس دولت میں سے شوہر تک کو تصرف کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

اسلام نے عورت کو اتنے سارے آمدنی کے وسائل کا اہتمام کر کے اس کے اوپر اخراجات کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں کی وہ خاندان کے اخراجات کی پوری ذمے داری شوہر پر ڈالتا ہے، یہاں تک کہ اگر عورت کسی وجہ سے والدین کے یہاں چلی جائے اور شوہر لینے نہ جائے تو وہاں کے اخراجات بھی شوہر کو ادا کرنا پڑتے ہیں۔ طلاق کی صورت میں بھی عدت کے ایام میں عورت کے اخراجات کی ذمے داری اسلام شوہر پر ڈالتا ہے اور عدت ختم ہوتے ہی عورت کو دوسری شادی کی اجازت دیتا ہے۔

دنیا میں اس ڈھٹائی کا کوئی جواب ہے کہ جو اسلام عورت پر مالی ذمہ داریاں ڈالے بغیر اس کے لیے آمدنی کے اتنے راستے کھول دیتا ہے، اس پر اعتراض کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی اور یہ تو غضب بالائے غضب ہے کہ اس پر اعتراض ایسے لوگ کریں جن کے ہاں بیوہ کو شوہر تک کے ترکے میں سے کوئی حصہ نہیں دیا جاتا۔

مسلمان اور بنیاد پرستی

سوال : مسلمان بنیاد پرست ہوتے ہیں اس لیے وہ ترقی کے مخالف ہوتے ہیں؟

جواب : اس سوال کا جواب دینے سے پہلے بنیاد پرستی کو سمجھنا ضروری ہے۔ یہ ایک مغربی اصطلاح ہے جسے یورپ میں ان لوگوں کے خلاف استعمال کرنے کے لیے وضع کیا گیا تھا جو انجیل کو بنیادی اہمیت دیتے تھے اس لیے آزاد فکروں اور بادشاہ کی اصلاحات کی حمایت کرنے سے گریز کرتے تھے، عیسائیوں کے لیے اظہار نفرت کی غرض سے سائنس پرستوں اور خواہش پرستوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ان کو فنڈامنٹلسٹ (بنیاد پرست) کہنے لگے اور ان کے بارے میں یہ تاثر پیدا کرنے لگے کہ وہ ترقی کی طرف بڑھتی ہوئی زندگی کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہیں۔ بعد میں یہ اصطلاح ہر اس مذہبی گروہ کے لیے استعمال کی جانے لگی جو اپنے مذہب کی کوئی بنیادی کتاب رکھتا تھا۔ اسلام چونکہ آج بھی اپنی آسمانی شکل میں موجود ہے اس کے بالمقابل یورپ کے دونوں آسمانی مذاہب یعنی عیسائیت اور یہودیت تاریخ کے مختلف عوامل کی وجہ سے اپنی اصلی حیثیت کھو چکی ہیں اس لیے انہوں نے اپنے مذہبی نقص کا اعتراف کرنے کی بجائے اسلام کی اس بنیادی خوبی ہی کو عیب بنا ڈالا اور عوام کی نظریں اسلام کی جانب سے ہٹانے کے لیے اس اصطلاح کو ان کے لیے استعمال کر ڈالا۔

جہاں تک ترقی کا تعلق ہے مسلمان سب سے زیادہ ترقی پسند ہیں۔ یہ وہی مسلمان ہیں جنہوں نے دنیا کو ترقی کی راہ سجھائی ہے۔ مگر آج مشکل یہ ہے کہ انہیں وہ وسائل اور مواقع میسر نہیں ہیں ورنہ آج بھی ان میں اتنی توانائی ہے کہ ملک کو کئی کئی عبدالکلام اور عبدالقدیر دے سکتے ہیں۔

دادا کے ترکہ سے پوتا محروم کیوں؟

سوال: باپ کے ہوتے ہوئے اگر بیٹا مر جائے تو اس کے بچوں کو وراثت میں حصہ نہیں دیا جاتا، کیا یہ ظلم نہیں ہے؟

جواب : اسلام اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا دین ہے جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ اس لیے اسلام نے وراثت کی تقسیم کے معاملے میں صاف اور واضح احکامات دے کر ہر رشتے دار کا حق مقرر کر دیا ہے تاکہ اس سلسلے کے سارے معاملات خوش اسلوبی سے حل ہو جائیں اور عزیزوں میں باہمی رقابت پیدا نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اولاد میں وراثت کی تقسیم کے لیے جو حصے مقرر کیے ہیں اس میں واقعی پوتے اور پوتیاں شامل نہیں ہیں اس میں جو بنیادی اصول پیش نظر رکھے گئے ہیں وہ اس طرح ہیں:

- ہر شخص اپنی کمائی اور زمین و جائداد کا پوری طرح مالک ہوتا ہے۔ اس کی دولت اور ملکیت میں کسی دوسرے شخص کو اس کی اجازت کے بغیر تصرف کا کوئی حق نہیں ہوتا خواہ وہ اس کا کتنے ہی قریب کا رشتے دار ہو۔
- کوئی شخص جب تک زندہ رہتا ہے اس کی جائداد میں کسی شخص کا کوئی حصہ نہیں ہوتا بلکہ وہ بالکلیہ اس کی اپنی ملکیت ہوتی ہے۔
- ورثاء کا حقِ وراثت کسی شخص کے انتقال کے بعد ہی پیدا ہوتا ہے اس سے پہلے نہیں۔
- اس شخص کے انتقال کے وقت وراثت کے مستحق جو لوگ زندہ ہوتے ہیں حقِ وراثت انہیں کا پیدا ہوتا ہے اور جو لوگ اس سے قبل مر چکے ہیں ان کا کوئی حصہ وراثت میں باقی نہیں رہتا۔ خواہ وہ بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔
- مرنے والے کو حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنی جائداد میں سے اگر چاہے تو اپنے کسی رشتے دار کے حق میں وصیت کر کے جا سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ یہ وصیت کل ترکہ کے تہائی حصہ سے زیادہ کے بارے میں نہ ہو ورنہ خاندان کے بزرگ یا قاضی کو اس وصیت کو شرعی حدود میں لانے کا مجاز ہوگا۔
- اللہ تعالیٰ نے ان احکام میں اتنی حکمت برتی ہے کہ جو رشتہ دار جتنے حصے کا مستحق ہے اسے اتنا ہی حصہ حاصل ہو، تو ساتھ ہی مرنے والے بیٹے کا حق بھی مقرر نہیں کیا گیا۔ اگر ایسا کیا گیا ہوتا تو ان سارے فوت شدہ رشتے داروں کا حق بھی مقرر کرنا پڑتا جو اگر زندہ ہوتے تو وراثت کے مستحق قرار پاتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے عدل و انصاف سے کام لے کر ان سارے فوت شدگان کو نظر انداز کر دیا ہے جن کا حق زندہ رہنے کی صورت میں ادا کیا جاتا تو ساتھ ہی ترکہ چھوڑ کر مرنے والے کا یہ حق بھی تسلیم کر لیا ہے کہ اگر وہ محسوس کرے کہ وراثت کے ان احکام میں مستحق قرار دیے ہوئے لوگوں کے علاوہ بھی اس کے بعض عزیز ایسے ہیں جو مدد کے مستحق ہیں تو وہ اپنی وصیت میں ان کو شامل کر کے حصہ دلوا سکتا ہے۔ ان عزیزوں میں پوتا پوتی بھی شامل ہیں اور دوسرے غریب رشتے دار بھی۔

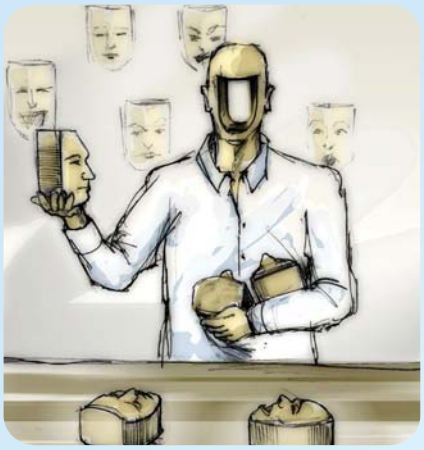
اس طرح اسلام نے اپنے احکام میں اس بات کی گنجائش رکھی ہے کہ اگر کوئی شخص محسوس کرے کہ اس کے پوتا پوتی بھی مدد کے مستحق ہیں تو وہ جائداد کے تہائی حصہ کے لیے ان کے حق میں وصیت کر سکتا ہے۔ پھر یہ پوتا پوتی اپنے باپ کی جائداد میں سے بھی حصہ پاتے ہیں، اس طرح ان کی معاش کا انتظام ہو جاتا ہے۔

urdu JUNE.indd 16 6/12/11 12:16 PM

نکہتِ گل

ہر بار اِک نیا چہرہ لگا لیا.....!

اعجاز الدین عمری (کویت)
amagz@ymail.com



حالات کی زلفیں ایسی پریشاں ہیں کہ لگتا نہیں کہ کسی بھی تدبیر سے سنور جائے گی۔ یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا کوئی بتا نہیں سکتا۔ فضا میں ہر سو ایک تاریک سناٹا چھایا ہوا ہے۔ ہر کسی کے دل میں ہزاروں سوالات نے گھر کر رکھے ہیں۔ مگر کہیں سے انہیں کوئی جواب نہیں مل پاتا۔ ہر کوئی آنکھ سمندر کی گہرائی لیے ہوے ہے۔ ان میں حیرت بھی ہے، اندیشے بھی ہیں...! وحشت بھی ہے، دہشت بھی ہے...!

ملت کا ایک بڑا طبقہ سادہ لوحوں کا ہے، وہ اسلام کے تئیں محبت رکھتے ہیں، اللہ اور رسول کے گن گاتے ہیں، انفرادی طور پر اسلامی احکام کی پابندی کرتے ہیں۔ نماز روزے کے پابند ہوتے ہیں۔ ملی واقعات کو چھٹی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ جو دیکھتے ہیں وہی زبان پر لاتے ہیں۔ قومی زندگی میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ کسی بھی حادثہ کو دل پر لیتے ہیں اور بھڑاس نکالنے کے لیے سڑکوں پر نکل آتے ہیں اور جان پر کھیل جاتے ہیں۔ کسی ملی، سیاسی یا دینی جماعت سے انکا رشتہ بالواسطہ ہوتا ہے۔ بسا اوقات کسی تنظیم، کسی جماعت اور کسی مخصوص فکر کے ساتھ وابستگی کے باوجود ہر کسی کے لیے ان کے دلوں میں جذبۂ احترام ہوتا ہے۔ ان کا کوئی رہبر و رہنما نہیں ہوتا ہے، بلکہ جہاں چھاؤں گھنی ہوتی ہے وہیں بیٹھ جاتے ہیں۔ جو ان کا ہاتھ تھام کر چلتے ہیں یہ ان کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ مجموعی طور پر قومی اور ملی دھارے میں ان کی حیثیت ''ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی'' کی ہوتی ہے۔ یہ معذور ہیں اور ان کا عذر بھی قابلِ قبول ہے۔ اس لیے ان سے کسی انقلابی اقدام کی امید رکھنا ٹھیک نہیں لگتا۔

دوسرا طبقہ ملت میں موجود ملی، سیاسی اور دینی جماعتوں، تنظیموں اور تحریکوں کا ہے۔ ملت کی رہنمائی کا بوجھ انہوں نے خود ہی اپنے سر لے رکھا ہے۔ ان سے ملت کو جو جزئی اور ہنگامی فائدے پہنچے ہیں انہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مگر پوری ملت کی نمائندگی کا دعوی ان میں سے کوئی بھی نہیں کر سکتا کہ یہ سب اپنے ہی خول میں بند ہیں۔ ناقابل شکن حصار ہیں جن میں یہ گھرے ہوے ہیں۔ ان کے اندر صرف انہیں کی خلافت قائم ہے۔ جب یہ فرد کی حیثیت سے سماج کا حصہ بنتے ہیں تو حسد اور کینہ پروری کو ایمان کا دشمن بتاتے ہیں۔ مگر جب اپنے اپنے خول میں چھپتے ہیں تو حسد اور کینہ پروری کے زہریلے کیڑے اپنے دل سے لگائے پھرتے ہیں۔ یہ سب زمینی حقائق کی بات کرتے ہیں مگر وقت آنے پر حقائق سے صاف کنی کاٹ لیتے ہیں۔ ان کے اخلاص میں بھی کہیں نہ کہیں مفاد پرستی اور خود غرضی کی بو آتی ہے۔ یہ آپس میں کبھی کبھار ہی ملتے ہیں.... جب اس کے بغیر کوئی چارہ ہی نہ ہو..! اب ان سے کسی بڑی تبدیلی کی آس لگانا بیکار ہے۔ کیونکہ اپنے کوتاہ فکر و عمل اور ناقص علم و نظر کی وجہ سے عام قیادت کے حق سے وہ یکسر محروم ہو چکے ہیں۔ ان کے اطراف تنگ نظریوں کا چست دائرہ بنا ہوا ہے۔ بقولِ علامہ اقبال

''یہ خاکباز ہیں رکھتے ہیں خاک سے پیوند
ہمیشہ مور و مگس پر نگاہ ہے ان کی
جہاں میں ہے صفتِ عنکبوت ان کی کمند''

ملت کے علماء، حق پرستی و غیر جانبداری جن کا مسلک ہونا چاہیے تھا.... وہ بھی ان چہار دیواریوں میں بند ہیں۔ دین سے بڑھ کر مسلک اور جماعت ہی ان کی ترجیحات میں ہیں۔ ''حق گوئی و بیباکی'' کا سبق بھولے انہیں زمانے گزر چکے ہیں....

''تو اِدھر اُدھر کی نہ بات کر، یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا؟
مجھے رہزنوں سے گلہ نہیں تیری رہبری کا سوال ہے''

ملت کا تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جنہیں ''سیکولر مسلمان'' کہا جاتا ہے۔ دین سے انکی وابستگی ایک ''سماجی ضرورت'' کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ یہ قدرے ''پڑھا لکھا'' طبقہ ہے۔ اپنی مادری زبان سے زیادہ انگریزی کا رسیا ہے۔ ماں کی چھاتی کے دودھ سے 'ڈبے' کا دودھ انہیں زیادہ مرغوب ہے۔ دین اور شریعت سے بڑھ کر مغرب اور اس کی تہذیب کے دلدادہ ہیں۔ شریعت کا ہر وہ حکم ان کی نظر میں قابلِ اعتراض ہے جسے ان کے مغربی آقا ترچھی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ رہن سہن اور وضع قطع میں یہ عام مسلمانوں سے دوری بنائے رکھنے کو باعثِ فخر سمجھتے ہیں۔ اللہ اور رسول سے ان کا رشتہ تاجرانہ ہوتا ہے۔ ''جہاد'' سے انہیں اللہ واسطے کا بیر ہے۔ اس لفظ سے وہ اتنا ہی دور بھاگتے ہیں جتنا وہ اپنی موت سے بھاگتے ہیں۔ خواتین کا 'پردہ' ان کے لیے ایک 'دردِ سر' ہے۔ 'اسلامی حجاب' اور 'نقاب پوشی' پر جب ان کے مغربی رہنما چیں بہ جبیں ہوتے ہیں تو شرم کے مارے ان کی گردنیں جھک جاتی ہیں۔ ان روشن خیالوں کو یہ ''دقیانوسی کلچر'' ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ وہ اسے ملت کی حالیہ درماندگی و پسماندگی کا اہم سبب مانتے ہیں۔ نظریاتی طور پر یہ بڑا مفلس طبقہ ہے۔ ان کا اپنا کوئی وژن نہیں ہوتا، ان کی اپنی کوئی رائے نہیں ہوتی۔ ان کے گھروں کے سارے چراغ روغنِ مغرب سے جلتے ہیں۔ ان کا اپنا کوئی چہرہ بھی نہیں ہوتا بلکہ وقت اور حالات کے لحاظ سے اسلامی شریعت کے تئیں مغرب جیسے ہی اپنی رائے بدلتا ہے یہ بھی اپنا مکھڑا بدلتے جاتے ہیں اور ''ہر بار اِک نیا چہرہ لگا لیا'' کے مصداق بن جاتے ہیں۔

یہ تین طبقے ہیں جو بدیہہ النظر میں ملت کے منظر پر آتے ہیں۔ ان میں کون ہے جو انقلاب کے رُخ پر چل کر گرتی ہوی ملت کو سنبھالے؟ میری بھی وہی شکایت ہے جو اقبال کی ہے

وہ مردِ مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو
ہو جس کی رگ و پے میں فقط مستیِ کردار

جب سے حالات میں گرمی آئی ہے میرے ذہن میں ایک ہی آیت کی بازگشت سنائی دیتی ہے:

﴿ وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ ﴾ (محمد : 38)

''اگر تم منہ موڑو گے تو اللہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے''

urdu JUNE.indd 17 6/12/11 12:16 PM

امامِ حرم شیخ ماہر حمد مُعَیقِل المُعَیقِلی

مبصرالرحمٰن القاسمی (کویت)
mubassir2008@yahoo.co.in



شیخ ماہر حمد مُعَیقِل المُعَیقِلی حرم مکی میں امام وخطیب ہیں، فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز السدیس اور فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سعود بن ابراہیم الشریم کے بعد عالمی سطح پر اپنی دلسوز تلاوت پاک سے مسلمانانِ عالم میں مشہور ہیں، خلیجی ملکوں میں حفظِ قرآن کررہے زیادہ تر طلباء تلاوت پاک میں آپ کی نقل کرنا پسند کرتے ہیں، شیخ ماہر کی آواز میں سوز، شیرینی اور خوفِ الٰہی کا اثر جھلکتا ہے۔ آپ کی شیریں اور سوز سے بھری تلاوتِ قرآن کی آواز سے سامعین میں رقتِ قلب اور خوفِ الٰہی پیدا ہوتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ صاف وشفاف بہتے چشمے کی طرح رواں اس آواز کو بلاتوقف سنتے رہیں۔

پیدائش اور ابتدائی حالات وتعلیم

شیخ ماہر حمد 18 شوال 1388 ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، اور اللہ کے محبوب کے محبوب شہر میں پرورش پائی، آپ کے والد بزرگوار کا نام شیخ حمد بن معیقل ہے اور 'ابومحمد' کنیت ہے جنکا تعلق مملکت سعودی عرب کے بنیع النخل علاقے میں واقع سویقہ نامی ایک قصبے سے ہے، شیخ ماہر نے حفظِ قرآن کی تکمیل کا مرحلہ مدینۃ الرسول میں طے کیا۔

حفظِ قرآن کریم کے بعد مدینہ منورہ کے ایک اسکول سے ثانویہ کی تعلیم حاصل کی، ثانویہ کے بعد کلیۃ المعلمین میں داخل ہوئے اور وہاں سے ریاضی کے مضمون میں تدریس کی تربیت حاصل کی۔

عملی زندگی کا آغاز

شیخ ماہر تعلیمی سلسلہ مکمل ہونے کے بعد عملی زندگی اور کسبِ معاش کی جانب متوجہ ہوئے، سب سے پہلے آپ کسب معاش کے لیے مکہ مکرمہ پہنچے اور مکہ مکرمہ میں مدرسہ بلاط الشہداء میں درس وتدریس کے پیشے سے منسلک ہوگئے، مدرسہ بلاط الشہداء میں تدریسی خدمات شروع کیے، زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ شیخ موصوف کو متوسطہ امیر عبدالمجید اسکول میں خصوصی نگراں منتخب کرلیا گیا؛ اسی اثناء میں شیخ موصوف نے اپنا اعلیٰ تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور ام القری یونیورسٹی میں شریعہ میں ماسٹرس کی اسٹڈی کرتے رہے اور سال 1425 ہجری میں ماسٹرس ڈگری حاصل کرلی۔ آپ کے ماسٹرس کے مقالے کا موضوع فقہ حنبلی تھا۔ اس کے بعد آپ نے علم تفسیر کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کا مقالہ تحریر کیا اور اس طرح شریعہ میں پی ایچ ڈی بھی مکمل کرلی۔ فی الحال شیخ ماہر حمد ام القری یونیورسٹی کے شریعہ اور دراسات اسلامیہ فیکلٹی کے شعبۂ قضاء میں لیکچرار کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حرمین شریفین میں امامت کا شرف

شیخ ماہر حمد پہلے ہی سے امامت وخطابت کے میدان سے وابستہ تھے اور مکہ مکرمہ کے علاقے العولی میں واقع مسجد جامع السعدی میں امام وخطیب تھے۔ یہ وہ مسجد ہے جہاں آپ ماہ رمضان کے علاوہ ایام میں آج بھی امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ آپ سن 1426ھ میں مسجد نبوی میں امام مقرر ہوئے، اسی طرح آپ پر اللہ تعالیٰ کا مزید کرم احسان ہوا اور آپ کو حرم مکی میں امامت کے لیے شاہی فرمان کے ذریعے مقرر کرلیا گیا۔

تربیتِ اولاد



بعض لوگ اپنے نوجوان بچوں اور بچیوں کی عمر اور جسمانی ساخت کی پرواہ کیے بغیر انہیں بالکل آزاد چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کا کہاں اور کن کے ساتھ آنا جانا ہوتا ہے اس سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ بعض گھرانوں میں باپ بچیوں کی روحانی تربیت کی ساری ذمہ داری ماں کے سر ڈال کر خود کو ان کی جسمانی آرام وراحت کے لیے وقف کردیتا ہے۔ جس کی وجہ سے بچی خود کو آزاد سمجھنے لگتی ہے۔ ایسے حالات میں آوارہ لڑکوں کے لیے ایسی لڑکیوں کو اپنا شکار بنالینا بہت آسان ہوجاتا ہے۔ انٹرنیٹ اور موبائل فون کی دستیابی مزید جلتے پر نمک کا کام کرتی ہے۔

مربی کی ذمہ داری یہاں پر ختم نہیں ہوتی کہ ''احمد! نماز پڑھو، فاطمہ! نماز پڑھو'' بلکہ عملی نمونہ پیش کرنے کی ضرورت ہے، موقع اور مناسبت کو غنیمت جانتے ہوئے سنجیدگی سے سمجھانے اور مثالیں پیش کرکے تربیت کرنے کی ضرورت ہے۔

دیندار خواتین کی نظر میں مال کی حیثیت

جن خواتین کے دلوں میں اللہ کی محبت اور ایمان کا نور راسخ ہوتا ہے ان کی نگاہوں میں مال ومتاعِ حیات اور لذاتِ دنیا کی کوئی حیثیت نہیں، وہ شاہی محلوں میں رہتے ہوئے بھی فقر ودرویشی کا مزاج بنائے رہتی ہیں اور بسا اوقات خستہ مکانوں اور پھوس کے جھونپڑوں میں رہتے ہوئے بھی عالیشان کوٹھیوں کا لطف حاصل کرتی ہیں، آج امت کو انہیں خواتین کی ضرورت ہے جو اپنی جان ومال کو اللہ کی رضا اور اس کی جنت کے عوض فروخت کرچکی ہیں، ایسی خواتین امت کا سب سے قیمتی سرمایہ ہیں، وہ ذاتی طور پر خود نصف بہتر ہیں اور اپنے بطن سے صالح اولاد پیدا کرکے دوسرا نصف بہتر' امت کو دیتی ہیں، اس طرح یہ باکمال صالح خواتین امت کا کامل ترین حصہ ہیں۔ (مولانا محمد مختار ندویؒ)



urdu JUNE.indd 18 6/12/11 12:16 PM

آپ کے سوالات اور ان کا حل

ادارہ

سوال: آجکل ٹیکسی کمپنیاں کرایہ پر ٹیکسی فراہم کرتی ہیں اس میں ہوتا یہ ہے کہ فائدہ میں تو کمپنیاں شریک رہتی ہیں لیکن نقصان کی صورت میں ڈرائیور ہی ذمے دار ٹھہرتا ہے کیا اس طرح کا معاملہ کرکے روزانہ کے حساب سے کمپنی کو مخصوص رقم دینا جائز ہے۔؟ (وحیدالزماں۔کویت)

جواب اس سلسلے میں کون سی صورت جائز ہے اور کونسی صورت جائز نہیں ہے ذیل میں ہم اس کی تفصیل بیان کررہے ہیں:

◉ اگر کمپنی آپ کی طلب پر ٹیکسی خریدتی ہے اور اسے اپنے قبضے میں کرلیتی ہے، اب آپ کمپنی سے وہی ٹیکسی اس کی حالیہ قیمت سے زیادہ دے کر ادھار لے لیتے ہیں، اس معاہدے کے ساتھ کہ آپ قیمت قسط پر ادا کریں گے تو یہ شکل جائز ہے۔ اس صورت کو قسطوں کی بیع یا انسٹالمنٹ کا نام دیتے ہیں بشرطیکہ قسط پر قیمت کی ادائیگی کی پوری تفصیل درج کردی گئی ہو کہ کتنے دنوں میں اور کتنی رقم ادا کرنی ہے۔ اسی طرح اگر قسطوں کی ادائیگی میں سستی کرے تو اُس پر سود یا اضافہ نہ ڈالا جائے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ معاملہ فسخ کردیا جائے اور مکمل قیمت کی ادائیگی کا اُسے مکلّف کیا جائے۔

◉ دوسری شکل یہ ہے کہ کمپنی ٹیکسی خرید کر ڈرائیور کو اجرت پر دے دیتی ہے اور اسے مکلّف کرتی ہے کہ روزانہ کے حساب سے متعین مبلغ کمپنی کو جمع کرتا رہے۔ حسب اتفاق چار سال یا پانچ سال کے بعد جب پوری رقم ادا ہوجائے گی تو گاڑی کا وہ مالک بن جائے گا۔ اس معاملہ کو عربی میں التاجیر المنتھی بالتملیک کہتے ہیں۔ اِس کی صحت کے لیے دو شرطیں ہیں:

پہلی شرط یہ کہ معاملے میں یہ طے ہو کہ ٹیکسی کی قیمت کی ادائیگی قسط پر ہوگی اور قیمت مکمل ہونے کے بعد ڈرائیور اس کا مالک بن جائے گا۔

دوسری شرط یہ کہ ٹیکسی کا ضامن کمپنی ہو۔ یعنی پہلے ہی دن معاملے میں یہ بات طے ہو کہ ٹیکسی میں کسی طرح کی خرابی پیدا ہونے پر صحیح کرانے کی ذمہ داری کمپنی کی ہوگی۔ اجرت پر لینے والے کی نہیں۔ کیونکہ ابھی ڈرائیور اس کا مالک نہیں بنا ہے۔

اگر معاملہ کرتے وقت ان دو شرطوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے تب تو اس شکل میں ٹیکسی چلانا جائز ہے اور اگر یہ دو شرطیں نہیں پائی جاتیں تو جائز نہیں۔ اور صورت مسئولہ میں بیک وقت دونوں شرطیں مفقود ہیں لہذا یہ شکل جائز نہیں ہوگی۔

سوال: میں جمعہ کے دن مالیہ کی مسجد میں گیا وہاں مولانا خطبہ میں فرمارہے تھے کہ جو مانگنا ہے اللہ سے براہ راست مانگو نہ کہ کسی درگاہ پر جاکر۔ کیونکہ قبر میں مدفون مردے بے جان ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ درگاہ پر کوئی جاکر ان سے مانگتا نہیں ہے بلکہ اُن کو سفارشی بناتا ہے کیونکہ وہ اللہ کے ولی ہیں۔ آپ بتایئے کہ انہوں نے صحیح کہا یا غلط؟ (ایقان احمد۔کویت)

جواب: امام صاحب کی بات بالکل صحیح ہے اور آپ غلط فہمی کے شکار ہوگئے ہیں۔ جہاں تک اولیائے کرام کی بات ہے تو اللہ پاک نے ان کی شان میں خود فرمایا ہے ﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ، الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ﴾ (سورۃ یونس 63-62)

''یاد رکھو اللہ کے اولیاء پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ، وہ ہیں جو ایمان لائے اور برائیوں سے پرہیز کرتے رہتے ہیں۔'' گویا اولیائے کرام وہ ہیں جو ایمان اور تقوی کی صفت سے متصف ہوں۔

لہذا اگر آپ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے ذریعہ یا نیک عمل کا واسطہ دے کر اللہ سے مانگیں یا کسی زندہ و نیک صفت بزرگ کے پاس جاکر ان سے دعا کی درخواست کریں تو اللہ پاک سنتے ہیں لیکن جب وہی فوت پاگئے تو اُن کے اندر سے سننے کی صلاحیت جاتی رہی، اللہ پاک نے قرآن کریم میں دوجگہ صراحت کے ساتھ کہہ دی ہے سورہ فاطر آیت نمبر 22 ﴿وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ﴾ ''(اے نبی ﷺ) آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں''۔

اسی طرح اللہ پاک نے سورہ نمل آیت نمبر 80 میں فرمایا: ﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى﴾ ''(اے محمد ﷺ) آپ مردوں کو سنا نہیں سکتے''۔

یہ خطاب پیارے نبی ﷺ سے ہے، اگر ہمارے آقا مردوں کو نہیں سنا سکتے تو ہم کس کھیت کی مولی ہوتے ہیں کیونکہ اگر سنیں گے تو بولیں گے اور جواب بھی دیں گے۔

پھر آپ نے سفارشی بنانے کی جو بات کہی ہے کہ ہم مردے سے مانگتے نہیں بلکہ ان کو محض سفارشی بناتے ہیں کیوں کہ وہ اللہ کے ولی ہیں تو اب آپ خود سوچیں کہ جو سن نہ سکتا ہو اس کو سنانے سے کیا فائدہ؟ دوسری بات یہ کہ اللہ تک پہنچنے کے لیے کسی واسطے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ وہ تو خود کہتا ہے: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾ (سورۃ قٓ 16) ''ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں جو خیالات اٹھتے ہیں ان سے ہم واقف ہیں اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں''۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ (سورۃ بقرۃ 186)

''جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں''۔

اس لیے ہم اللہ کی ذات کو بادشاہوں اور رعایا کے جیسے قیاس نہیں کرسکتے کہ جس طرح بادشاہ کے پاس پہنچنے کے لیے واسطے کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح اللہ تک پہنچنے کے لیے واسطے کی ضرورت ہوگی۔ چونکہ بادشاہ کو آپ کے بارے میں معلومات نہیں ہوتی اس لیے آپ واسطہ سے اُس تک پہنچتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ تو آپ کو پوری طرح جان رہا ہے۔ وہ آپ کو دیکھ بھی رہا ہے اور ایسا بھی نہیں ہے کہ اسے کسی کی توجہ دلانے کی ضرورت ہو، تب ہی وہ کسی کے معاملے پر غور کرے گا۔

کل قیامت کے دن بھی اللہ کے پاس سفارش دو شرطوں کے ساتھ ہی چل سکتی ہے۔ (1) سفارش کرنے والے کو سفارش کرنے کی اجازت۔ (2) جس کے لیے سفارش کی جارہی ہے اُس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی۔ (سورہ طٰہٰ 109)

پھر آپ نے سفارشی بنانے کا جو ذکر کیا ہے بعینہ یہی عقیدہ کفار مکہ کا تھا، وہ بھی مانتے تھے کہ خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہی روزی دیتا ہے، وہی ہمارے کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے، وہی مردے کو زندہ اور زندے کو مردہ کرتا ہے اور وہی کائنات کی تدبیر بھی کررہا ہے (سورہ یونس 31) پھر اُن کی اصل غلطی کیا تھی؟ وہ کہتے تھے ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾ (سورۃ الزمر 3) ''ہم اُن کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ تک ہماری رسائی کرادیں''۔ دوسری جگہ اللہ پاک نے فرمایا: ﴿وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ﴾ (سورہ یونس آیت نمبر 18) ''اور کہتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں''۔ خانۂ کعبہ میں کتنے انبیائے کرام کی مورتیاں بھی رکھی گئی تھیں جن کے تعلق سے کفار مکہ کا خیال تھا کہ وہ اللہ کے پاس ان کے سفارشی ہیں۔

اب آپ خود سوچئے کہ اسی عقیدے کی بنیاد پر اللہ پاک نے کفار مکہ کے عمل پر نکیر فرمائی اور ان کو اپنے حبیب کا حریف ٹھہرایا تو آج اگر ہم وہی عقیدہ رکھ کر مریں تو اپنے آقا کے رفیق کیوں کر بن سکتے ہیں جن کی نبوت کی 23 سالہ زندگی اسی عقیدے کی تردید میں گذری یہاں تک کہ حیات طیبہ کے آخری ایام میں فرمارہے تھے: ''یہود و نصاری پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے انبیائے کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا'' (بخاری ومسلم) اگر ہمارے آقا نے انبیائے کرام کی قبروں کو عبادت گاہ بنانے والوں پر لعنت بھیجی تو کیا اولیائے کرام کی قبروں کو عبادت گاہ بنانے والے ملعون نہ ٹھہریں گے.....؟

urdu JUNE.indd 19 6/12/11 12:16 PM

عالمی خبریں

محمد خالد اعظمی (کویت)
taleem95@hotmail.com

شاہ عبد اللہ کے اقتدار کے 6 برس

ریاض: خادم الحرمین الشریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز نے اقتدار کے 6 برس مکمل کر لیے، اس موقع پر سعودی عوام سیاستداں، ماہرین اقتصاد وتعلیم ووقانون اور اعلی عہدیداروں نے شاہ عبداللہ کو شاندار کارنامے انجام دینے پر بہترین الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔

پاکستان کو ایٹمی پروگرام نے بچایا

واشنگٹن۔ پاکستان کے نامور ایٹمی سائنسداں ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے کہا ہے کہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام نے ملک کو عراق یا لیبیا جیسے انجام سے بچا رکھا ہے۔ امریکی جریدہ 'نیوز ویک' میں شائع ہونے والے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ ملک کے ایٹمی ہتھیاروں کی وجہ سے پاکستان ہندوستان کے ساتھ جنگ سے بھی بچا ہوا ہے۔

امریکا میں مسلم خواتین کا ایک میگزین

شکاگو: امریکا کے شہر شکاگو میں رہنے والی ایک مسلمان خاتون صدف سید حجاب پہننے والی خواتین کی تصاویر اور انٹرویوز پر مبنی ایک جریدہ نکالتی ہیں، جس کا نام ہے icover جو کہ اپنی نوعیت کا پہلا امریکی جریدہ ہے۔

صدف کے مطابق انہوں نے یہ جریدہ تقریباً ساڑھے تین سال قبل شروع کیا تھا، ان کو اس کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کیونکہ 11/9 کے دہشت گردانہ حملوں کے بعد امریکی میڈیا میں مسلمانوں سے، جن میں مسلمان خواتین بھی شامل ہیں، بہت سے سوالات کئے جانے لگے، مثلاً یہ کون لوگ ہیں؟ حجاب کا مطلب کیا؟ کہیں انہیں شوہر نے مجبور تو نہیں کیا؟ حجاب کے پیچھے کیا کہانی ہے؟ وغیرہ۔

مولانا نعمت اللہ اعظمی نئے صدر

نئی دہلی۔ ہندوستان کے ممتاز عالم دین اور معروف محقق مولانا نعمت اللہ اعظمی (صدر شعبہ تخصص فی الحدیث، دارالعلوم دیوبند) کو باتفاق رائے فقہ اکیڈمی کا نیا صدر منتخب کیا گیا ہے۔ وہ پہلے بھی نائبین صدر میں شامل تھے۔ اسلامک فقہ اکیڈمی خالص علمی اور فقہی ادارہ ہے، جس نے اب تک ڈیڑھ سو سے زیادہ عصر حاضر کے شرعی مسائل کو اجتماعی کوششوں کے ذریعہ حل کیا ہے، 100 سے زیادہ کتابیں شائع کی ہیں، 20 عالمی فقہی سمینار منعقد کئے ہیں اور 40 سے زیادہ فکری وتربیتی ورکشاپ اور سمپوزیم کئے ہیں اور نوجوان فضلاء کی تربیت پر خصوصی توجہ دی ہے۔

یہودیوں کا شر انگیز جلوس

یروشلم: مشرقی یروشلم میں یہودیوں کی کثیر تعداد نے 44 سال قبل 1967ء میں بیت المقدس پر قبضہ کا جشن مناتے



ہوئے 'دیوار گریہ' کا جلوس نکالا، اس جلوس میں 40 ہزار یہودی شامل تھے، یہودیوں نے ''عرب مردہ باد'' ''عربوں کا خاتمہ کرو'' جیسے نعرے بھی لگائے۔

ایران میں 300 شہریوں کو پھانسی؟

تہران: منشیات کے دھندے کے خلاف سخت رویہ اختیار کرتے ہوئے ایران میں ایرانی عدلیہ نے اس دھندے میں ملوث 300 افراد کو پھانسی دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کے پاس سے 30 گرام ہیروئن برآمد ہوئی ہے۔

ہمت مرداں مدد خدا

کراچی۔ پاکستان کے کراچی شہر میں ایک ایسا شخص ہے جو دونوں ہاتھوں سے معذور ہونے کے باوجود اپنے روزمرہ معمولات زندگی بخوبی نبھاتے ہوئے مکمل تندرست جسم کے حامل کم حوصلہ اور پست ہمت لوگوں کو زندگی جینے کا سبق دے رہا ہے۔ دونوں ہاتھوں سے محروم شخص پبلک بسوں میں دھکے کھاتا ہوا دفتر پہنچتا ہے جہاں قلم سے لکھائی کرنے سے لے کر نقشوں کی ڈیزائننگ دیکھنے میں مشغول رہتا ہے۔ گھر واپس پہنچ کر بھی وہ اپنے بیگم کے ساتھ کچن میں کھانا بنوانے کے علاوہ بچوں کو ہوم ورک کروانے میں مدد بھی کرواتا ہے۔ معذوری کے باوجود یہ شخص اللہ کا شکر ادا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا اور نا صرف پنجوقتہ نمازی ہے بلکہ پورے آداب اور نظافت کے ساتھ قرآن کی تلاوت بھی کرتا ہے۔

بھوٹان میں تمباکو نوشوں کی شامت

بھوٹان: بھوٹان میں سگریٹ نوشی کے خلاف قوانین اتنے سخت ہیں کہ دنیا میں کہیں اور ان کی مثال نہیں ملتی۔ حال میں تین افراد کو سگریٹ برآمد ہونے پر جیل بھیج دیا گیا تھا۔ ان افراد کو ایئرپورٹ پر روکا گیا تھا کیونکہ ان کے پاس سے سگریٹ تھے لیکن انہوں نے پہلے سے حکام کو اس کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔

بھوٹان میں تمباکو کی فروخت پر 2005ء سے پابندی ہے اور گزشتہ برس تمباکو کی اسمگلنگ روکنے کے لیے ان قوانین کو مزید سخت کیا گیا تھا۔ سگریٹ پینے والوں کو اب چبانے والے تمباکو یا سگریٹ کی خرید کی رسیدیں حکام کو دکھانی لازم ہیں۔

حلال بیئر حرام

کوالالمپور: ملیشیا میں مسلمانوں کو حلال بیئر کے نام سے فروخت ہونے والی بیئر نہ پینے کی ہدایت کی گئی ہے۔ حکام کے مطابق اس بیئر میں الکحل کی مقدار اس سے کہیں زیادہ ہے، جو اس کے بیرونی لیبل پر تحریر ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ حلال بیئر ملیشیا کے مسلمانوں میں کافی مقبول ہے۔ افسوس کا مقام یہ ہے کہ اب حرام چیزوں کے نام کو اسلامی طریقے سے حلال کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، اس طرح کے ناموں کی جتنی مذمت کی جائے وہ کم ہے۔

تیرتا ہوا جزیرہ کھل گیا

سیول: جنوبی کوریا نے دریائے HANS پر تیرتے ہوئے جزیرے کا افتتاح کرتے ہوئے اسے جزوی طور پر عوام کے لیے کھول دیا ہے۔ دارالحکومت سیول میں دریائے HANS پر بننے والے اس مصنوعی جزیرے کا رقبہ 220 ہزار اسکوائر فٹ ہے جس پر تقریباً 88 ملین امریکی ڈالر لاگت آئی ہے۔ سرکاری حکام کے مطابق اس جزیرے کے منصوبے کو ستمبر تک مکمل کر لیا جائے گا۔

برج خلیفہ میں خودکشی

دبئی: دبئی کے برج خلیفہ سے اس سال 26 ہندوستانیوں نے چھلانگ لگا کر خودکشی کی ہے۔ گزشتہ سال 113 ہندوستانیوں نے 163 منزلہ عمارت کی مختلف منزلوں سے چھلانگ لگا کر خودکشی کی تھی۔ ان اعداد وشمار سے یہاں آنے والے مزدوروں کی زبوں حالی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ زیادہ دولت کمانے کی غرض سے ہندوستانی یہاں ہر سال بڑے خواب لے کر آتے ہیں لیکن یہاں آکر انہیں جس حقیقت کا سامنا ہوتا ہے وہ ان کے لیے مہلک ثابت ہوتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ دبئی کی شان کی علامت برج خلیفہ اب خودکشی کا مرکز بن کر رہ گیا ہے۔ وہاں جانے والے مزدوروں کو مناسب مزدوری نہیں ملتی تو وہ قرض میں ڈوب جاتے ہیں اور جب قرض سے نکلنے کا طریقہ نظر نہیں آتا تو وہ مجبوراً خودکشی کا قدم اٹھاتے ہیں۔

urdu JUNE.indd 20 6/12/11 12:16 PM

بڈھے بلوچ کی نصیحت بیٹے کو

ہو تیرے بیاباں کی ہوا تجھ کو گوارا
اس دشت سے بہتر ہے نہ دلّی، نہ بخارا
جس سمت میں چاہے صفت سیلِ رواں چل
وادی یہ ہماری ہے، وہ صحرا بھی ہمارا
غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاجِ سرِ دارا
حاصل کسی کامل سے یہ پوشیدہ ہنر کر
کہتے ہیں کہ شیشہ کو بنا سکتے ہیں خارا
افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا
محروم رہا دولتِ دریا سے وہ غوّاص
کرتا نہیں جو صحبتِ ساحل سے کنارا
دیں ہاتھ سے دیکر اگر آزاد ہو ملّت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا
دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو اُبھارا
اللہ کو پامردیٔ مومن پہ بھروسا
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا
تقدیرِ اُمم کیا ہے؟ کوئی کہہ نہیں سکتا
مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ
اخلاصِ عمل مانگ نیا کانِ کہن سے
'شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را!'

جہاد

فتوی ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کار گر

لیکن جنابِ شیخ کو معلوم کیا نہیں؟
مسجد میں اب یہ وعظ ہے بے سود بے اثر

تیغ و تفنگ دستِ مسلماں میں ہے کہاں؟
ہیں بھی تو دل ہیں موت کی لذّت سے بے خبر

کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل
کہتا ہے کون اُسے کہ مسلماں کی موت مر

تعلیم اس کو چاہیے ترکِ جہاد کی
دنیا کو جس کے پنجۂ خونیں سے ہو خطر

باطل کے فال و فر کی حفاظت کے واسطے
یورپ زِرہ میں ڈوب گیا دوش تا کمر

ہم پوچھتے ہیں شیخِ کلیسا نواز سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر

حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات
اسلام کا محاسبہ ، یورپ سے درگزر

علامہ اقبالؔ

احساس کی عدالت

انسان کی زندگی میں یہ لمحات کم ہی آتے ہیں کہ انسان خود اپنی عدالت قائم کر کے خود ہی ملزم ہو، اپنے ہی خلاف مقدمہ دائر کرے، خود ہی اس کے مختلف پہلوؤں پر صفائی بھی پیش کرے، خود ہی جج ہو اور خود ہی کو مجرم بھی ثابت کرے اور بعض اوقات خود ہی کو بَری بھی کر دے۔

یہ عدالت احساس کی عدالت ھے ۔انسان بہت کم اس عدالت میں آتا ہے، کیونکہ اس کے لیے عزم و ہمت چاہیے۔

یہ وہ عدالت ہے جہاں انسان اپنے ارادوں کا جائزہ لیتا ہے۔ ماضی کا احتساب، حال پر توجہ اور مستقبل کی منصوبہ بندی کرتا ہے اور اس عدالت کے ذریعہ انسان کو جزا یا سزا کے طور پر جو چیز ملتی ہے اسی کا نام **"کامیابی"** ہے۔یعنی احتساب ایک ایسا عمل ہے جس کے بعد ہر صورت میں انسان کو کامیابی ملتی ہے۔

یہ عدالت روزانہ سوتے وقت بستر پر لیٹے قائم کی جاسکتی ہے۔اس کے بعد ہر آنے والی صبح اپنے ساتھ چوبیس گھنٹے پر مشتمل دن رات لاتی ہے جو آپ کے لیے عمل کی ایک شاہراہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

عزم کی یہ صبح اور احتساب کی یہ رات ہر غریب و امیر کو ملتی ہے۔

یہی وہ دولت ہے جو ہر کسی کو بلاتفریق ملتی ہے۔

آئیے ! آج ایک قدم آگے بڑھاتے ہیں، کل دو اور پرسوں چار.....بس ایک مہینہ تک اسی رفتار کے ساتھ.....پھر دیکھئے کتنے قدم ہو گئے۔

انسان کا کام کوشش کرنا ہے، ایک کا ہندسہ لگانا ہے، اللہ تعالی اس کے آگے بے شمار صفر لگاتے ہیں، بس کوشش اور عزم و ہمت کی ضرورت ہے۔

